ہفت روزہ

پاک جمہوریت

لاہور

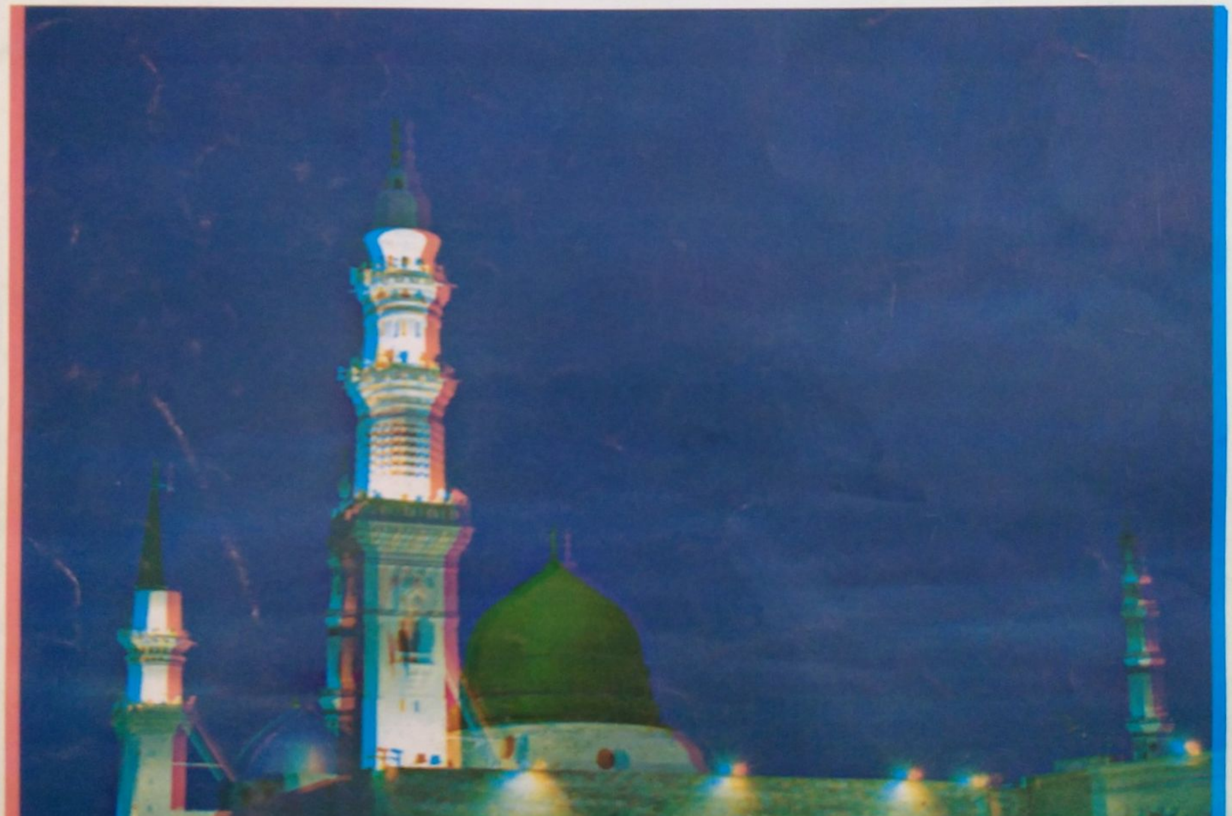

نعت

سرورِ کونینؐ

بیچین رجپوری

ناتوانوں کے ملجا ماویٰ ! سب سے منصب تمہارا اعلیٰ
حال یکسر جہاں کا پلٹا نظمِ عالم ہے تم سے سنورا
اے خوشا ! صدر و بدرِ زمنی
واہ ! پیارے رسولِ مدنی

سیدھا رستہ دکھایا تم نے درسِ ایفا پڑھایا تم نے
حق و باطل بتایا تم نے شیطنت کو مٹایا تم نے
دُور فرمائی کرب و محنی
واہ ! پیارے رسولؐ مدنی

ہر ستمگر کا سینہ دھڑکا کوئی ظالم نہ تڑکا بھڑکا
واہ ! تہدید برقی کڑکا شب ہوئی ختم ہو کر تڑکا
واہ ! آقاؐ کی یکتا جتنی
واہ ! پیارے رسولؐ مدنی

رہنے سہنے میں ہو کر عفت ہو گئی سب میں خیر و برکت
منعدم ہو گئی سب ظلمت پا گئے غم کے مارے سلوت
ہو کے آقاؐ کی سایہ فگنی
واہ ! پیارے رسولؐ مدنی

پائی انساں نے تم سے عظمت لالہ و گل میں تم سے نفرت
غنچہ غنچہ تمہاری نکہت واقعاً ہیں تمہیں سے حضرتؐ
استفادات سرو و سمنی
واہ ! پیارے رسولؐ مدنی

بزمِ ہستی کو فیضِ سرورؐ زینتوں کا ہوا ہے مصدر
ہو گئے خوشگوار منظر رُوح افزا ہوئے سب یکسر
ارض کے خطے کوہی دمنی
واہ ! پیارے رسولؐ مدنی

اے خوشا ! نعت کی مرغوبی واہ ! سرشاری و مجذوبی
واہ ! بیچینؔ ! میری خوبی فی التخیل زہے ! اسلوبی
جیسے منقوش بردیمنی
واہ ! پیارے رسولؐ مدنی

ہفت روزہ
پاک جمہوریت
لاہور

سالِ علامہ اقبالؒ
۲۰۰۲ء

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیر وجود
ہر اک منتظر تیری یلغار کا
تری شوخی فکر و کردار کا

آئینہ

نعت رسول مقبول ﷺ	بیچین رجپوری بدایونی (مرحوم)	
عید میلادالنبیؐ	جسٹس پیر محمد کرم شاہ (مرحوم)	2
مسجد۔ اسلامی معاشرے کا دینی مرکز	ملک محبوب الرسول قادری	4
حضورؐ کی مرغوب سبزی۔ کدو	حکیم امجد وحید بھٹی	10
مذہب اور قوم کا تصور	حفیظ الرحمان	12
تحریک ریشمی رومال	علامہ عبدالرحمٰن صدیقی دینپوری	13
اُردو ای میل	کاشر حقانی	15
ایک ہی راستہ	عنبرین مظہر	17
مئی۔ عالمی یوم ترک تمباکو نوشی	بشریٰ بخاری	18
جرمنی کے نشریاتی ادارے	ندیم چوہدری	19
ہمارا ورثہ	عامر ساجد	21
صحرائے گوبی کے ڈائینوسار	محمد قیوم اعتصامی	22
ٹھگ لڑکا اور چالاک بڑھیا	افتخار خان اعوان	23

چیئر پرسن
ساجدہ اقبال سیّد
مجلسِ ادارت
نزہت یاسمین
محمد ضیاء آفتاب
سرکولیشن مینیجر
سید زاہد رضا
تزئین
عزیز احمد ہمدانی

شمارہ نمبر 7 جلد نمبر 43
29 مئی تا 4 جون 2002ء

قیمت فی شمارہ =/5 روپے
سالانہ چندہ =/100 روپے

فون نمبر:-6305906-6305316

محکمہ تعلیم سے منظور شدہ

حکومت پنجاب، سندھ اور سرحد کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

ادارہ مطبوعاتِ پاکستان نے کوثر برادرز لاء پبلشرز اینڈ پرنٹرز 1- ٹرنر روڈ لاہور سے چھپوا کر A-32 حبیب اللہ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

عید میلاد النبی ﷺ

جسٹس پیر محمد کرم شاہ (مرحوم)

نیرِ تاباں، مہرِ درخشاں، خواجہ گیہاں، مونسِ دل شکستگاں، راحتِ قلوبِ عاشقاں، نورِ دیدۂ مشتاقاں سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی یاد منا کر در حقیقت ہم ان سچی عظمتوں کو سلامِ محبت پیش کرتے ہیں، جو بارگاہِ الٰہی سے ربیع الاوّل کی ایک نورانی اور سہانی صبح انسان کو بخشی گئیں۔ یہ یاد منا کر ہم ان رفعتوں پر آشیاں بند ہونے کے لئے پَر کشا ہونے کا عزم کرتے ہیں جو اس روز اس مُشتِ خاک کے لئے مقدر کی گئیں۔ اپنے آقا و مولا کے دربار میں درود و سلام کی ڈالیاں بھیج کر ہم اپنے خداوند کریم کی ان حقیقی اور سرمدی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس جبینِ یُمن و سعادت، اس طلعتِ زیبا کے صدقے اس نے اپنے بندوں پر فرمائیں۔

یہ تقریب منا کر ہم اس مبارک دن کی یاد تازہ کرتے ہیں جب خود فراموش انسان کو خود شناسی کی منزل دکھائی گئی۔ ایسی خود شناسی جس نے اسے خدا شناس بنا دیا۔

یہ روزِ سعید اس ہمہ گیر اور عظیم البرکت انقلاب سے نوعِ انسانی کو متعارف کرانے کے لئے منایا جانا ضروری ہے۔ جس انقلاب نے انسانی زندگی کے ہر گوشے کو اپنے انوار سے رشکِ صد طور بنایا۔ جس کے جلو میں آتشِ انتقام کے شعلے، خون کے طوفان، بربادیوں کے کھنڈر اور تباہی کے ویرانے نہیں ہیں بلکہ اس کے لبوں پر ایسی روح پرور مسکراہٹیں تھیں جن سے غم زدہ دل پھولوں کی طرح شگفتہ ہو گئے، جس کی آنکھوں میں محبت اور رحمت کی وہ چمک تھی جس نے تاریک روحوں کو تابناک بنا دیا۔ جس کے سراپا میں ساری دلربائیاں اور جملہ رعنائیاں سمٹ آئی تھیں۔ وہ انقلاب جس نے خفتہ بخت انسان کی چشمِ ہوش کو بھی بیدار کیا اور اس کے بختِ خفتہ کو بھی جگا دیا۔ جس کے پیغام میں پھولوں کی مہک، شبنم کی پاکیزگی اور مقناطیس کی کشش تھی۔ اس بابرکت انقلاب کا داعی وہ پیکرِ نور تھا جس کا عزم کوہساروں سے پختہ تر، جس کے ارادے عرشِ بریں سے بلند تر اور جس کی بات بات میں خلوص اور محبت کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ جس کی گردِ راہ پر فردوسِ بریں کی بہاریں نثار ہوا چاہتی تھیں۔ وہ کسی کو ذلیل کرنے کے لئے کسی کی قبائے کرامت کو تار تار کرنے کے لئے، کسی کو محرومیوں کے اتھاہ اندھیروں میں دھکیلنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ گرے ہوؤں کو اٹھانا، گرے ہوؤں کو سنبھالنا، خاک مذلت سے آلودہ لوگوں کے سر پر تاجِ عزت سجانا، گمراہی کی

تاریکیوں میں صدیوں سے بھٹکنے والے انسانی قافلے کو نورِ ہدایت سے منزلِ مقصود تک پہنچانا اس کی زندگی کا مقصدِ وحید تھا۔

اس داعی مکرم نے جو اسلامی انقلاب انسانی معاشرہ میں برپا کیا اس کی خصوصیت کو آشکارہ کرنے کے لئے حیات نبوی کا ایک ..... واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

ہجرت سے پہلے کا دور ہے مکّہ کے مشرکین اپنے سارے حربے شمع نبوت کو گل کرنے کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ ہر دل میں نفرت کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ جذبات مشتعل ہیں اور ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اس مقصد کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہے کہ اسلام کے اس شجرِ نوخیز کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ ایک دن حضور سرور عالم ﷺ کعبہ شریف کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اسے فرماتے ہیں کہ کعبہ کا قفل کھول دو میرا جی چاہتا ہے کہ اندر داخل ہو کر اپنے رب کریم کی بارگاہ میں جبینِ عبودیت جھکاؤں اور سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیح سے اپنی حسرت پوری کروں۔ ابن طلحہ نے جواب دیا کہ میں ہر شخص کے کہنے پر قفل کھول سکتا ہوں مگر آپ کے کہنے پر ہرگز کعبہ کا قفل نہ کھولوں گا۔ حضور ﷺ نے ایک دو بار پھر یہ فرمائش کی، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا اور قفل کھولنے سے انکار کر دیا۔ رحمت عالم ﷺ کی نگاہ حقیقت جن حقائق کو عیاں دیکھ رہی تھی اس کا اظہار اپنی زبان حقیقت بیان سے یوں فرمایا:

''اے طلحہ کے بیٹے آج تو میرے بار بار کہنے کے باوجود قفل نہیں کھول رہا لیکن وہ وقت آنے والا ہے جب کعبہ کی کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا فرماؤں گا۔''

حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر ابن طلحہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ حالات کی ایسی کایا پلٹ کا تصور تک کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اچانک اس کے منہ سے نکلا' کیا قریش اس دن ذلیل ہو چکے ہوں گے' ان کی عزت اور سرداری خاک میں مل چکی ہو گی؟ تب ہی تو ایسا ممکن ہے کہ یہ چابی میرے ہاتھ سے نکل کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ جائے۔

اس کی حیرت دور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

''جس دن کعبہ کی کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اس دن قریش ذلیل ورسوا نہیں ہوں گے بلکہ ان کی عظمت کا پھریرا آسمان کی بلندیوں پر لہرا رہا ہوگا۔''

عثمان بن طلحہ نے یہ کلمات طیبات سنے اور خاموش ہو کر رہ گیا۔ اس میں یہ جرأت نہ تھی کہ ان ارشادات کی تکذیب کر سکے اور اس کا دل ان کی تصدیق کے لئے ہرگز آمادہ نہ تھا۔ وقت گزرتا گیا دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا۔ عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا اور چابی حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے چابی خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ حضور ﷺ نے قفل کھولا' کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے' اسے بتوں سے پاک کیا اور نماز ادا فرمائی۔

فراغت کے بعد باہر تشریف لائے تو حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے التماس کی کہ یہ چابی انہیں دی جائے تاکہ وہ اور ان کا خاندان اس پر فخر کر سکے۔ اس کریم آقا نے فرمایا:

اے محترم چچا! آج کا دن انتقام اور بدلہ لینے کا دن نہیں ہے۔ آج کا دن تو میرے ابرِ کرم کے کھل کر برسنے کا دن ہے' کہاں ہے عثمان بن طلحہ اسے بلاؤ۔ وہ حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا ''یہ لو کلیدِ کعبہ' میں آج خود تمہیں دے رہا ہوں۔ صرف تمہیں نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی تمہاری نسلوں کو بھی'' اور آج کئی صدیاں گزرنے کے باوجود کعبہ کا کلید بردار اسی کا خاندان ہے۔

اس واقعہ پر آپ غور وفکر کریں گے تو اسلامی انقلاب کی حکمت آپ پر آشکار ہو جائے گی۔ ایسے عظیم اور بابرکت انقلاب کی اگر یاد نہ منائی جائے تو اس سے بڑھ کر کفران نعمت کیا ہوسکتا ہے؟

حضور سرور عالم ﷺ کا اسم گرامی محمدؐ ہے یعنی از بس تعریف کیا ہوا' اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اور اس کے نورانی ملائکہ بھی اس کی ثناخوانی فرماتے ہیں۔ پاکیزہ ترین بندوں نے اپنی روحانی اور علمی محفلوں کو جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس واطہر میں سرنگوں کیا ہے اس کی نظیر ممکن نہیں۔

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

حضور ﷺ کی سیرت پر حضورؐ کے خصائلِ حمیدہ پر دنیا کی ہر زبان میں نظم اور نثر کی صورت میں جتنا لٹریچر موجود ہے اس کی مثال بھی ناپید ہے۔ محبت اور عقیدت کے جو پھول بارگاہ رحمت میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی مہک ان کی رنگینی ایک سے ایک بالاتر ہے۔ سردست میں دو شعر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ پہلا شعر حضرت شرف الدین بُصیریؒ کے شہرۂ آفاق قصیدہ بُردہ شریف سے ماخوذ ہے، آپ عرض کرتے ہیں:

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ گلاب کے پھول سے بھی زیادہ شگفتہ اور ترو تازہ ہیں، حضورؐ کا مقام چودھویں کے چاند سے بھی اونچا ہے۔ آپؐ سمندر کی طرح سخی اور کریم ہیں اور آپؐ کی ہمت اور عزم زمانہ کی مانند ہے۔"

لیکن اس سے بھی اعلیٰ اور ارفع شعر وہ ہے جو حضورؐ کے ایک صحابیؓ نے عرض کیا تھا:

"حضورؐ کی ہمتوں کا شمار نہیں اور حضورؐ کی بڑی ہمتوں کا تو ہم ادراک ہی نہیں کرسکتے اور نہ ان کی حدود کا تعین کر سکتے ہیں، ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ کی ہمتوں میں سے چھوٹی سی ہمت بھی زمانے سے بزرگ تر ہے۔"

یقیناً جن نگاہوں کو فروغ جمال مصطفویؐ نے منور کیا تھا وہی حقیقت کی صحیح ترجمانی کرسکتی ہیں۔ بعد میں آنے والوں کا طائر فکر کتنا ہی بلند پرواز کیوں نہ ہو اس قصرِ دنیٰ فتدلیٰ پر رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔

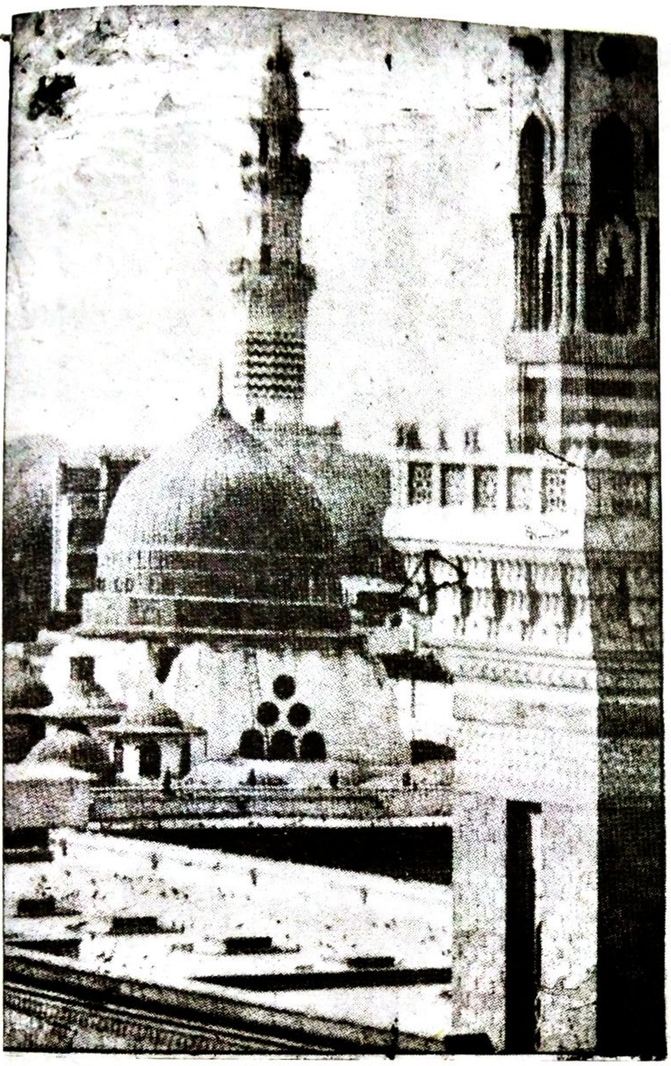

مسجد اسلامی معاشرے کا دینی مرکز

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

مذاہبِ عالم میں زمانے اور ضرورت کے مطابق عبادت گاہوں کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، ہر عہد میں مذہبی انسان اور ان کی عبادت گاہوں کا باہمی طور پر چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ اہل اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسجد کو بطور عبادت گاہ پسند فرمایا اور رسول پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اُمتِ مُسلمہ کے لئے ساری زمین کو عبادت کے لئے قبول فرمالیا۔ "مسجد" کے لغوی معنی "سجدہ کی جگہ" کے ہیں۔ سابقہ اُمتوں کی عبادت کے لئے ساری دنیا میں چند مقامات مخصوص تھے جہاں نماز پڑھی جاسکتی تھی، عبادت کی جاسکتی تھی۔ ان متعینہ اور مقررہ مقامات پر گئے بغیر ان کی عبادت نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو عام اجازت عطا فرمائی گئی کہ جہاں چاہو عبادت کے لئے مسجد بنالو۔ تمہاری عبادت قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

"اور یہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو" (الجن: 18: ترجمہ کنز الایمان) اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب" (البقرہ: 114: ترجمہ کنز الایمان) تیسری جگہ ارشاد فرمایا۔

مشرکوں کو (حق) نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر' ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے' تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔ (التوبہ: 18,17: ترجمہ کنزالایمان)

مذکورہ ارشاداتِ باری تعالیٰ سے مسجد کی اہمیت وعظمت' مرتبہ و مقام اور حیثیت کے تعین کرنے میں بہت ساری وضاحت اور مدد ملتی ہے۔

صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں رقم طراز ہیں کہ ''مسجدوں کے آباد کرنے کے مستحق مومنین ہیں۔ مسجدوں کے آباد کرنے میں یہ امور بھی داخل ہیں جھاڑو دینا' صفائی کرنا' روشنی کرنا اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئی ہیں۔ مسجدیں عبادت کرنے اور ذکر کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں اور علم کا فروغ اور درس بھی ذکر میں شامل ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے اور جو شخص مسجد میں قندیل روشن کرتا ہے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔'' (تقریرات رافعی)

صحیح مسلم شریف میں حدیث نبوی ﷺ ہے:
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟''

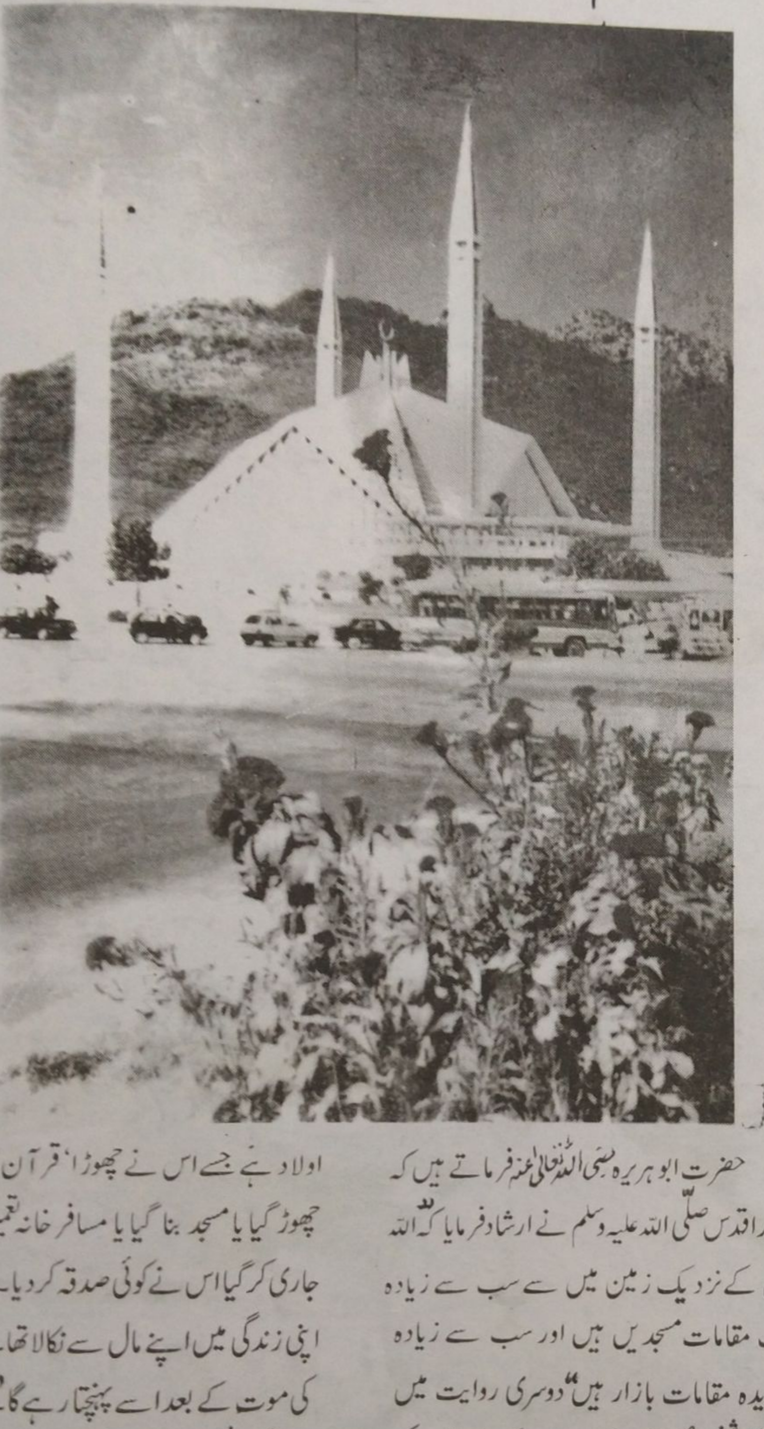

فرمایا: "مسجد حرام (خانہ کعبہ)" میں نے عرض کیا: "اس کے بعد؟" فرمایا: "مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)" میں نے پوچھا: "میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اب یہ فرمائے کہ ان دونوں کی تعمیر میں کتنے وقت کا وقفہ ہے؟" ارشاد فرمایا: "چالیس سال کا اور جہاں نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لو وہی مسجد ہے"۔ ترمذی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث پاک مروی ہے کہ پیغمبر امن و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو لوگ اندھیرے میں کثرت سے مسجدوں میں جانے والے ہیں انہیں خوشخبری سنا دو کہ قیامت کے دن انہیں پورا نور عطا کیا جائے گا"۔

ابو داؤد میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تین افراد ایسے ہیں کہ جن کی حفاظت رب کریم کے ذمہ کرم پر ہے ان میں سے جو زندہ رہے گا اسے رزق دیا جائے گا اور اس کی حاجات پوری کی جائیں گی اور اگر وفات پا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ مرحمت فرمائے گا وہ تین یہ ہیں؛ (1) جس نے اپنے گھر میں ہوتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو سلام کیا۔ (2) جو مسجد کی طرف نکلا (3) جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا"۔ (اللہ اکبر)

طبرانی میں حدیث نبویؐ ہے کہ "مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے آرام اور راحت، رحمت اور پل صراط پر سے سلامتی کے ساتھ گزر کر اللہ اور جنت حاصل ہو جانے کی ضمانت دی ہے جس کا گھر مسجد ہو"۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں آتا جاتا ہے تو اس کے ایمان پر گواہ ہو جاؤ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین میں سب سے زیادہ محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں" دوسری روایت میں فرمایا کہ "جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت مسجد کی طرف جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی فرمائیں گے"۔ (مسلم شریف)

آپؓ ہی کی ایک روایت ابن ماجہ شریف میں یوں مرقوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مومن کو اس کے اچھے اعمال اور حسنات میں سے جو چیزیں موت کے بعد پہنچتی ہیں ان میں سے ایک تو علم ہے جو اس نے سیکھا اور پھیلایا اور وہ نیک اولاد ہے جسے اس نے چھوڑا، قرآن مجید ورثہ میں چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافر خانہ تعمیر کر گیا یا نہر جاری کر گیا اس نے کوئی صدقہ کر دیا۔ جسے اس نے اپنی زندگی میں اپنے مال سے نکالا تھا۔ یہ صدقہ اس کی موت کے بعد اسے پہنچتا رہے گا"۔ حدیث نبویؐ ہے کہ "جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا، پھر مسجد میں آیا وہ اللہ کا مہمان ہے اور مہمان کی تکریم کرنا میزبان پر مہمان کا حق ہے"۔ (طبرانی) اسی طرح حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حدیث نبویؐ ہے کہ "اللہ تعالیٰ یوم حشر ارشاد فرمائے گا "میرے پڑوسی کہاں ہیں"؟ فرشتے عرض کریں گے: "اے اللہ! تیرا پڑوسی کون ہو سکتا ہے"۔ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: "مسجدوں کو آباد

کرنے والے میرے پڑوسی ہیں۔" سبحان رب العظیم۔

ان آیاتِ ربّانی اور احادیثِ نبویہؐ سے مسجد کی اہمیت و افادیت کے حوالے سے خوب روشنی پڑتی ہے۔ اب چند اہم امور پر غور و فکر کرنا بھی ضروری ہے۔ مسجد کی تعمیر کے حوالے سے جہاں جی چاہے سرکاری جگہ پر قبضہ کر کے مسجد بنا لینا یا مسجد کی بنیاد رکھ لینے کے بعد پچاس پچاس سال تک کمرشل بنیادوں پر چندے اکٹھے کرتے رہنا کسی طور بھی

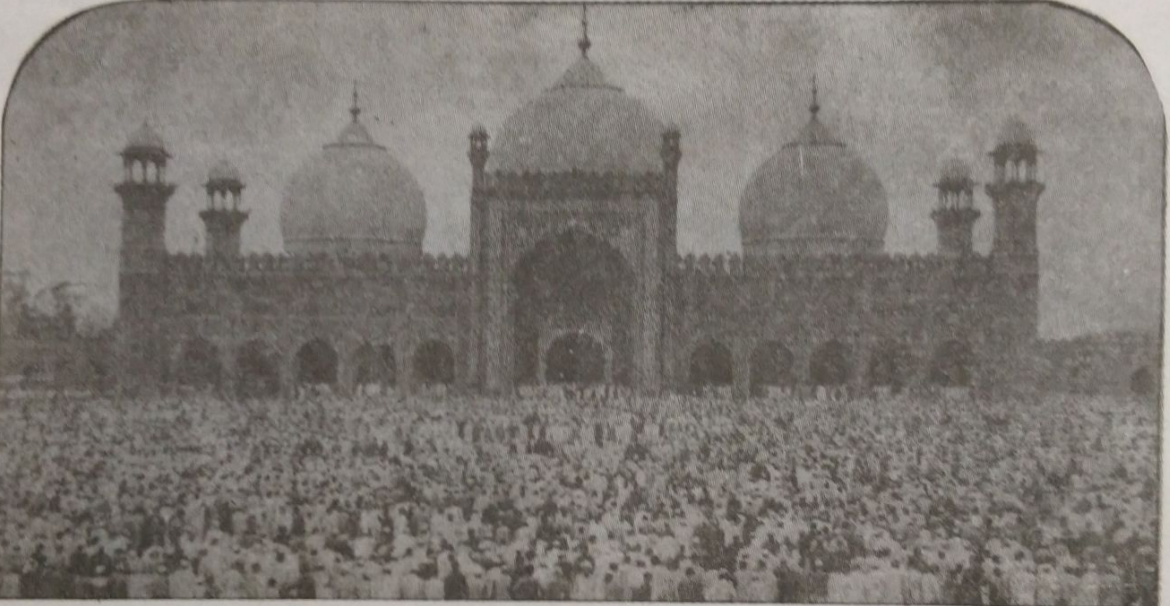

جائز اور درست نہیں ہے۔ ملّت مسلمہ کے عظیم بزرگ حضرت علامہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی (المتوفی 827ھ) فرماتے ہیں کہ ''مساجد بنانے کی اصل ذمہ داری تو حکومت کی ہے۔ حاکم وقت مساجد بنوائے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ مسجد بنائیں۔ اگر آبادی کی ضرورت ایک مسجد سے پوری ہو تو ٹھیک ورنہ آبادی کی ضرورت کے مطابق اور مساجد بنوائی جائیں۔ اسی طرح آئمہ مساجد کی ضروریات کے مطابق انہیں تنخواہ مہیا کرنا' وظیفہ دینا' سہولیات کا انتظام کرنا بھی دراصل اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اگر حکام اور اربابِ اقتدار تساہل سے کام لیں تو

پھر یہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔'' (اکمال اکمال العلم جلد 2 'صفحہ 228)

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی (1225ھ) رقم طراز ہیں کہ ''مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کفار کو تعمیر مسجد سے منع کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مسجد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کو مساجد بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' (تفسیر مظہری۔ جلد 4 صفحہ 46) اس سے معلوم ہوا کہ نہ تو غیر مسلموں سے مسجد بنوانا درست ہے اور نہ ہی تعمیر مسجد کے لئے کسی غیر مسلم سے چندہ لینا جائز ہے۔ اسی طرح قادیانیوں کا اپنے عبادت خانوں کو مسجد کے سٹائل میں تعمیر کرنا یا اس کو مسجد کا نام دینا بھی ''مداخلت فی الدین'' قرار پائے گا لہٰذا ضروری ہے کہ قادیانیوں کو ان کے عبادت خانوں پر محراب و مینار تعمیر نہ کرنے دیئے جائیں۔ کیونکہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم صفت ''ختم نبوت'' کے منکر ہیں۔ جبکہ ختم نبوت کا مسئلہ قرآن حکیم کی متعدد واضح آیات مبارکہ اور بے شمار احادیث نبوی سے ثابت ہے لہٰذا منکرین ختم نبوت اور گستاخان رسولؐ پکے کافر اور مرتد ہیں۔ اہل اسلام کو اس نہایت اہم اور نازک

مسئلے پر گہری دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانثار ثابت کرنا چاہئے کیونکہ یہی جان ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔

مساجد کے آداب کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا از حد ضروری و لازمی ہے مثلاً بخاری و مسلم کی ایک متفقہ حدیث شریف میں حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ ''جو شخص لہسن یا پیاز وغیرہ کھائے وہ اس وقت تک ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے جب تک ان کی بو ختم نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔''

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہونا چاہے تو یوں کہے کہ اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر آنا چاہے تو کہے کہ اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا سوالی ہوں۔'' سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''لوگو! جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو خوب کھا پی لیا کرو۔'' عرض کیا گیا۔ ''اے اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ جنت کے باغ کیا ہیں؟''

فرمایا۔ مسجدیں۔ پوچھا گیا اور جنت کے پھل؟ فرمایا سبحان اللہ، الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر یعنی ذکر الٰہی جنت کا پھل ہے۔" مراد ہے کہ ذکر الٰہی کی محافل برپا کرو کیونکہ یہ روحانی غذا ہیں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے آداب کے باب میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز (نفل) پڑھ لے۔"

عہد نبویؐ میں مسجد کے اندر جو بہت سارے کام انجام دیئے جاتے تھے۔ ان میں سے تعلیمِ اُمت کا کام تھا، عدل وانصاف کا کام تھا، منصوبہ بندی کا کام تھا، مستقبل کی پلاننگ اور وفود کی تیاری کا کام تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا دونوں مجالس خیر پر مبنی ہیں لیکن ان میں سے ایک افضل ہے۔" ایک مجلس میں بیٹھے لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے اور اس کی طرف متوجہ ہو رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عطا فرما دے اور اگر چاہے تو عطا نہ فرمائے۔" دوسری مجلس میں لوگ بیٹھے دین میں سمجھ حاصل کر رہے تھے۔ تفہیم دین کا ایک سلسلہ جاری و ساری تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ "یہ علم دین حاصل کر رہے ہیں اور نہ جاننے والے کو سکھا رہے ہیں اس لئے یہ لوگ افضل ہیں۔" پھر آپؐ خود اسی مجلس میں آ کر جلوہ افروز ہو گئے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ "میں معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (دارمی) سبحان اللہ

مسجد نبویؐ سے ملحق اصحابِ صفہ کا چبوترہ تھا اور الحمد للہ آج بھی موجود ہے۔ اس چبوترے پر نو مسلم حضرات کو علم دین سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ گویا عہد نبویؐ میں نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا۔ آج شاید پورے پاکستان میں نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک بھی درس گاہ موجود نہیں۔ کاش اہل علم اور اصحاب ثروت اس پہلو پر بھی توجہ مرتکز کر سکیں؟ مسجد نبویؐ میں محفل نعت منعقد ہوتی تھی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے حضرت حسان بن ثابت، کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم جیسے مقتدر نعت گو اور نعت خواں صحابہ بارگاہِ رسالتؐ میں گلہائے عقیدت پیش کیا کرتے تھے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں تو مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس مسجد نبویؐ میں منعقد ہوا کرتے تھے۔

لیکن ان تقدس مآب مجالس کو آڑ بنا کر مساجد میں دنیاوی جلسے سیاسی تقریبات منعقد کرنا درست نہیں۔ کیونکہ مساجد میں خرید و فروخت کرنا، گم شدہ چیزوں کے اعلانات، بھیک مانگنا اور دنیاوی باتیں کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بے شک آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی دنیاوی باتیں ان کی مسجدوں میں ہوں گی اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔" آج

کل عورتوں کا مسجدوں میں نماز کے لئے آنا بھی رواج بن گیا ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ "عورت کی نماز جو اس کے کمرے میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو اس کے گھر کے صحن میں پڑھی جائے اور اس کی نماز جو اندر والے خاص کمرے میں پڑھی جائے وہ اس نماز سے بہتر ہے جو کسی عام کمرے میں پڑھی جائے" (ابوداؤد) آج ہماری بہو بیٹیوں اور جدید معاشرے کو یہ ارشاد گرامی بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مساجد میں چند افراد کی اجارہ داری قائم ہے کوئی نوجوان مسجد میں چلا جائے تو اسے طرح طرح کی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لاشعوری طور پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اصلاح کا مثبت انداز اپنایا جائے۔ اہل علم اور بزرگ حضرات پیار کی زبان میں اصلاح کا فریضہ سرانجام دیں اور نوجوان بھی مسجد سے پیار کریں اور بازاروں میں آوارہ گردی سے بیزاری کا اظہار کریں۔ مساجد صاف ستھری اور جدید سہولیات سے آراستہ بنانا کوئی جرم نہیں بلکہ اجرو ثواب کا موجب ہے لیکن مسجدیں سنگ مرمر اور قیمتی ٹائلوں سے بنا کر ان پر اترانا ہرگز درست نہیں۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد شریف میں حدیث نبوی ہے کہ "آثار قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا بنا کر آپس میں فخر کریں گے"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجدیں آباد کرنے اور ان کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن مقابلہ بازی میں مسجدوں کی آرائش و زیبائش کرنا درست نہیں ہے۔ مسجد میں نماز کے لئے بعض اوقات انسان دیر سے پہنچتا ہے اب جماعت شروع ہو گئی تو آنے والا دوڑ کر اپنی ایک رکعت بچانا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ پیغمبر امن و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔ جب مسجد میں آنا ہو تو بڑے آرام و سکون، پوری سنجیدگی اور باوقار طریقے سے آنا چاہیے۔ مسجد کی صفائی کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے۔ مسجد میں پہلے آنے والے اگلی صفوں میں بیٹھیں اور بعد میں آنے والے جہاں جہاں جگہ ملتی جائے بیٹھتے جائیں کسی دنیادار اور منصب والے شخص کے لئے صفوں کو چیرتے ہوئے آگے لانا درست نہیں ہے۔ مسجد میں تھوکنا۔۔۔ از حد مکروہ ہے۔ بچوں کو جھڑکنے کا رواج سا ہو گیا ہے حالانکہ یہ ناپسندیدہ عمل ہے خدانخواستہ اس بچے کے ذہن میں مسجد کے حوالے سے کوئی ایسا تاثر پیدا ہو جائے کہ وہ بڑا ہو کر مسجد سے دور ہو جائے تو کیا اس کا گناہ جھڑکنے والے کو نہیں ہوگا؟ اس لئے احتیاط ضروری ہے۔ مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر بہت پاورفل لگے ہوتے ہیں اور عموماً لاؤڈ سپیکر کا بے جا اور بے تحاشا استعمال بھی لوگوں کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیتا ہے لہٰذا مسجد کمیٹیوں اور علماء کو عوام کے مسائل پر بھی خاص توجہ مرتکز رکھنا چاہیے۔ بعض مساجد کے ساتھ دکانیں تعمیر کی جاتی ہیں تاکہ مسجد کی مستقل آمدن کا ذریعہ بنیں۔ اب ان میں کسی نے میوزک سینٹر کھول رکھا ہے تو کوئی گرم حمام چلا رہا ہے اور کسی نے ہوٹل کھول رکھا ہے اس سے قباحت یہ پیدا ہو گئی کہ میوزک سینٹر والا ہمہ وقت گانے بجاتا ہے یا حمام والا گلوکاروں کے کیسٹ بلند آواز میں جاری رکھتا ہے اور ہوٹل پر رکھے ٹی وی میں کھیلوں کے میچ ڈرامے وغیرہ دکھائے جا رہے ہیں جو بہرحال مساجد کے تقدس کے منافی ہیں لہٰذا مسجد کمیٹیوں کو چاہیے کہ وہ دکانات کرایہ پر دینے سے پہلے معاہدہ کے ذریعے کرایہ دار کو اس امر کا پابند بنائیں کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے مسجد کے تقدس پر آنچ آئے۔ بہرحال مساجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے تقدس کو برقرار رکھنا ہماری دینی و مذہبی ذمہ داری ہے جو ہمیں پوری کرنا چاہیے۔ ویسے بھی طبرانی میں حدیث شریف ہے کہ: "جو شخص مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے" اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مبارک گھر سے محبت کی توفیق بخشے اور مساجد کے حقیقی فیضان سے امت کو فیض یاب فرمائے۔ آمین

سال علامہ محمد اقبالؒ
2002ء

حکومت پاکستان نے سال رواں کو سال علامہ محمد اقبالؒ کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا ہے اس موقع پر ہفت روزہ پاک جمہوریت کا خاص نمبر نومبر 2002ء میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ جریدہ کو خصوصی مضامین سے مزین کیا جائے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اپنی نگارشات 30 ستمبر 2002ء تک بھجوا دیں۔ (شکریہ)

ادارہ

پاک جمہوریت لاہور

حضورؐ کی مرغوب سبزی — کدو

تحریر: حکیم امجد وحید بھٹی

کدو مختلف علاقوں اور زبانوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہے۔ مثلاً گھیا' لوکی' گزیلی وغیرہ۔ کدو کی کئی اقسام ہیں مثلاً کدو تلخ' گول کدو اور لمبا کدو وغیرہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے حضورﷺ کو اپنے ہاں کھانے پر بلایا اور میں بھی وہاں حضورؐ کے ساتھ گیا۔ گھر والوں نے جَو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا۔ شوربے میں کدو اور گوشت تھا لیکن میں نے دیکھا کہ نبی اکرمﷺ کدو کے ٹکڑے پیالے سے تلاش کر کے نکالتے تھے۔ بس میں بھی اسی دن سے کدو کو پسند کرنے لگا۔ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ لوکی حضور اکرمﷺ کو بہت مرغوب تھی۔

کدو ایک عام ملنے والی سستی اور بین الاقوامی سبزی ہے۔ اس کے پھول زرد سرخی لئے ہوتے ہیں یہ آدھ گز یا ایک گز تک لمبی بیل کا پھل ہے۔ اس کا ذائقہ قدرے شیریں اور پھیکا سا ہوتا ہے اور مزاج کے اعتبار سے سرد تر ہے۔

قدرت نے کوڑیوں کے بھاؤ عام فروخت ہونے والی اس سبزی میں کئی جوہر سمو دیئے ہیں جو انمول اور صحت انسانی کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ کدو کے مغز میں لحمیات 30.9 فیصد' نباتاتی گھی 43.1 اور نشاستہ دار اجزاء 17.9 فیصد کے علاوہ نصف چھٹانک وزن میں 55 حرارے (کیلوریز) پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ فاسفورس جو دماغ کی طاقت بڑھانے میں بے مثل ہے اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔ سوا چھٹانک کدو کے مغز میں 1290 ملی گرام فاسفورس ہوتا ہے کدو کا تیل مسکن اور نیند آور ہے۔ اس کے علاوہ ہائی بلڈ پریشر میں بھی مفید ہے۔

کدو کی ترکاری پکا کر بھی کھائی جاتی ہے اور اس کے تخموں کا بطور دوا استعمال بھی بہت زیادہ ہے۔ طبی تحقیقات کے مطابق آبِ کدو پرانی بلغمی کھانسی اور دمہ کے مریضوں کو پلانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ آبِ کدو یا کدو کے پھولوں کے پانی کو ہر قسم کے یرقان میں مفید پایا جاتا ہے۔ دماغی' بلغمی امراض میں آبِ کدو کے قطرے ناک میں

ٹپکائے جاتے ہیں۔ کدو سے تیار رائتہ حرارت جگر اور اسہال کبدی کو فائدہ کرتا ہے۔ کدو کو املی اور چینی کے ساتھ جوش دے کر پینے سے دماغ کی گرمی اور جنون جاتا رہتا ہے' انار یا کھٹے انگور کے ساتھ کھانے سے بدن کی پھنسیاں ختم ہو جاتی ہیں . . . . سرد ہونے کی وجہ سے گرم مزاجوں کے موافق ہے۔ کدو کے چھلکے کو جلا کر زخموں پر چھڑکنے سے بہتا ہوا خون بند ہو جاتا ہے اس کے مغز کو جو کے آٹے کے ساتھ ملا کر آگ کے جلے پر لگانے سے سکون ملتا ہے۔ مدر بول ہے۔ کدو کو زیادہ تر تنہا یا گوشت کے ہمراہ پکا کر کھایا جاتا ہے۔ صفراوی مزاج رکھنے والے افراد کے لئے بہترین غذا ہے۔ صفراوی بخاروں' سل و دق' جنون اور مالیخولیا میں مفید ہے۔ تپ دق کے مریضوں کے لئے بہترین غذا ہے۔

کدو کا مربہ اخلاط کو لطیف کرتا ہے اور بدن کو موٹا کرتا ہے۔ بادام کے ساتھ استعمال کرنے سے . . . معدے اور جگر کی تقویت کے لئے اعلیٰ چیز ہے۔ ہذیان والے آدمی کے سر کو مونڈ کر کدو کا گودا باندھنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ کدو کی بیل دست آور ہے جلا ہوا کدو آنکھ میں لگانے سے امراض چشم میں مفید ہے۔

کدو کے بیج سرد تر ہیں۔ پیشاب آور ہیں' مثانہ کی سوزش رفع کرتے ہیں اور سینے کی خشونت' منہ سے خون آنے اور گرمی کی کھانسی کے لئے فائدہ مند ہے۔ دل اور دماغ کو قوت بخشتے ہیں۔ دماغ کی خشکی دور کرنے اور سردرد میں مفید ہیں۔ زہریلی دواؤں کے اثرات زائل کرتے ہیں۔

جذام (کوڑھ) اور پرانی خارش کے لئے کدو تلخ (تونبڑی) کی بیل کے تمام اجزاء کو خشک کر کے کوٹ کر گرم پانی میں حل کریں اور دونوں پاؤں اس میں رکھ دیں اتنی دیر کہ منہ کا ذائقہ کڑوا ہو جائے اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ اس کا پانی ناک میں دو قطرے ٹپکانے سے ناک کی بدبو رفع ہو جاتی ہے۔

گول کدو یا میٹھے کدو کا مشہور نام کولا ہی کدو ہے۔ کدو کی ہر قسم اوپر سے زرد اور بعض اوقات سرخی مائل ہوتی ہے۔ مزاجاً سرد تر ہے اس کے استعمال سے پاخانہ ملائم آتا ہے دافع قبض ہے۔ ہاتھ' پاؤں کی سوجن دور کرتا ہے۔ فوائد میں کدو' لوکی کے قریب ترین ہے اور اس کے بعد پالک' خرفہ کا ساگ' تربوز' وغیرہ ہیں۔

روغن کدو کے فوائد سے آج پوری دنیا نہ صرف واقف ہے بلکہ مستفید بھی ہو رہی ہے۔ کدو کا روغن دماغ تازہ رکھتا ہے اور نیند آور ہے سر پر لگانے سے سر کی خشکی ختم ہو جاتی ہے۔ دماغ میں چونکہ تراوٹ پیدا کرتا ہے اس لئے چڑچڑا پن' سر کے چکر' دائمی سردرد اور تھکن کے احساس کو ختم کرتا ہے۔ دماغ کے لئے مقوی ہے مالیخولیا اور پٹھوں کی اینٹھن' کان کے درد اور کان کے گرد ورم کو فائدہ کرتا ہے۔ ناک اور کان کی خشکی دور کرتا ہے۔ تپ دق' خشک کھانسی اور تشنج میں مفید ہے۔ ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ . . . . سینہ کی خراش کے دوران یا خشک کھانسی اور . . . بار بار گلے میں جلن ہو کر نزلہ گرنے یا بلغم کے ساتھ کسی وقت زور لگانے سے اگر خون خارج ہو تو نیم گرم دودھ میں ایک بڑا چمچ ملا کر صبح و شام پینے سے فائدہ ہوتا ہے۔ پیشاب کی سوزش اور جلن کے دوران صبح شام اگر ایک ایک چمچ شربت بزوری معتدل میں ملا کر پلائیں تو بہت کم وقت میں نتائج دیتا ہے۔ تاہم . ہم کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کھانا کھانے کے بعد معدہ میں ہوا بھرنے' سر بھاری ہونے' طبیعت کے بوجھل ہونے . . . . بھوک کی کمی' خوف' ڈر' وہم اور بلاوجہ شکوک کا شکار رہنا جیسی علامات میں دودھ کافی یا چائے میں ملا کر بموافق عمر دن میں دو بار دینے سے چند یوم میں فائدہ ہو جاتا ہے۔

چہرے پر دانے بن کر ٹھیک ہونے کے بعد نشانات رہ جاتے ہیں یا ویسے ہی داغ دھبے ہو جاتے ہیں۔ کبھی چہرہ کھردرا ہوتا ہے ایسے میں روغن کدو کی مالش چند یوم میں چہرے کو داغ دھبوں سے صاف کر کے خوبصورت اور ملائم بنا دیتی ہے۔ اعصاب میں تناؤ کی کیفیت اور کانوں کی شائیں شائیں میں بھی دودھ میں ملا کر پینے اور کان میں ٹپکانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ موچ آنے کی صورت میں موچ کے مقام پر روغن کدو کی مالش کرنے سے موچ ٹھیک ہو جاتی ہے۔ روغن کدو کا حصول اتنا مشکل نہیں کیونکہ بازار سے عام دستیاب ہے۔

کدو کے ذیلی اثرات کچھ اس طرح ہیں کہ ریاح اور لزوجت ثقل کے سبب قولنج کے مریضوں کے لئے سخت مضر ہے بلکہ بعض اوقات قولنج پیدا بھی کر دیتا ہے۔ سرد مزاج والے افراد کو ریاح پیدا کرتا' پیٹ پھلاتا ہے' دیر ہضم ہے سوداوی اور بلغمی مزاج والوں کے لئے نقصان دہ ہے بوڑھوں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بھوک کم کرتا ہے مثانہ کے لئے مضر ہے تاہم گرم مصالحوں سے اصلاح کی جا سکتی ہے۔

پیٹھا (کدوئے رومی) بھی کدو کی ایک قسم ہے جو لوکی کے قریب ہے۔ پیٹھے میں وٹامن اے کی کافی مقدار ہوتی ہے جگر اور پھیپھڑوں کو طاقت دیتا ہے۔ مقوی اعصاب ہے اور صرع کے مریضوں کے لئے خاص چیز ہے۔

☆☆☆☆☆

قوم کی تعریف کیا ہے؟ کیا افراد قوم کو جنم دیتے ہیں؟ یا کسی مخصوص علاقے کی حدود میں آنے والے افراد ایک قوم کا نام پاتے ہیں؟ قوم کا نعرہ ایسا دلآویز ہے کہ اس کے سامنے دانش و حکمت بھی بے دست و پا رہی ہے۔ ہٹلر نے علم لہرایا:

یعنی

Germans are above all.

اور ایک دنیا خون میں نہلا دی گئی جس کا خمیازہ آج تک جرمن قوم بھگت رہی ہے۔

ایک علیحدہ قوم ہونے کے جواز میں لوگ مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ نسل، مذہب، زبان، قبیلہ، علاقہ وغیرہ۔

علاقے، نسل یا قبیلے کی بناء پر قوم کا تصور بڑا محدود ہے۔ نسل یا قبیلے کی ابتداء ایک فرد سے ہوتی ہے۔ پھر یہ بڑھتا ہے اور وقت اسے شاخ در شاخ تقسیم کرتا چلا جاتا ہے اور یہ شاخیں اپنی علیحدہ حیثیت میں نمایاں ہونے اور ٹوٹنے کے عمل سے دو چار ہوتی ہوئی اپنے منبع سے لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ وقت کا پھیلاؤ بعض شاخوں کو اپنے Origin سے اس قدر دور پھینک دیتا ہے اور یہ اس قدر مختلف شکل میں نمایاں ہو جاتی ہیں کہ ان کی موجودہ حالت سے ان کے منبع کا سراغ لگانا ناممکن امر بن جاتا ہے جیسے کہ موجودہ جپسی۔ جدید تحقیق کے مطابق دنیا بھر کے جپسی تاریخ کے کسی نامعلوم لمحے میں پاکستان کے شہر ملتان کے گرد و نواح سے اٹھے اور دنیا میں پھیلتے چلے گئے۔ آج یہ لوگ اس قدر ایک دوسرے سے دور، الگ اور علیحدہ ہیں کہ یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ یہ کبھی ایک ہی قبیلے کے فرد تھے۔ یہ امر واقع ہے کہ پاک و ہند اور ایران کی موجودہ آبادی کی اکثریت قدیم Aryans کی اولاد ہیں لیکن کیا آج یہ دونوں خطے خود Aryans کی حیثیت سے ایک قوم کہلوانے کے لئے تیار ہیں؟ کیا ان میں سے کوئی ایک فرد بھی خود کو آج Aryans کہلواتا ہے؟ Aryans ان کی زندگیوں سے دور تاریخ کے کسی تاریک دور میں گم ایک قوم ہے جن سے ان کا ناطہ صرف یہ ہے کہ کبھی انہیں ان کے آباؤ اجداد ہونے کا فخر حاصل تھا۔ گویا نسل یا قبیلے کی حیثیت وقتی اور مخصوص دور تک ہی ہے۔ اس کے بعد اس کا عکس دھندلا جاتا ہے جبکہ قوم ایک جامع تصور ہے، ناقابل تغیر۔

زبان کی حیثیت سے قوم کا تصور بھی فرسودہ ہے۔ گرچہ عرصہ تک یہ لوگوں کو الجھاتا رہا۔ اگر ایک خطے کی زبان کو دوسرے خطے میں جبراً نافذ کر دیا جائے اور یہ نفاذ اتنے لمبے عرصے تک محیط کر دیا جائے کہ وہاں کے لوگ اپنی اصل زبان سے قریب قریب نابلد ہو جائیں تو کیا وہ خطہ اس بدیسی زبان کی وجہ سے ایک نئی قوم کی تشکیل کا باعث ہوگا؟ یہ بات بڑی ہی مضحکہ خیز ہے۔ زبان ایک دائمی متغیر عمل کا نام ہے۔ کبھی یونانیوں نے بھی انگلستان پر اپنی زبان کا اطلاق کیا تھا لیکن کیا وہ کامیاب رہے۔ عرصہ ہوا Latin نے روم سے باہر قدم نکالا اور یلغار کرتی ہوئی سارے یورپ پر چھاتی چلی گئی لیکن آج وہ اپنے ہی گھر میں اجنبی بنی Vatican city کی کنج عزلت میں اپنی آخری سانسیں گن رہی ہے۔ تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک قوم مر گئی؟ ہم جانتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے۔ جدید دنیا میں انگریزی Global Language کی حیثیت اختیار کر چکی ہے مگر ہم ہر انگریزی کے ماہر پر انگریز ہونے کا لیبل چسپاں نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہر انگریزی دان خود کو انگریز کہلوانا گوارا کرے گا۔ گویا قوم کا تصور زبان سے بھی علیحدہ کوئی چیز ہے۔ زبان بھی وہ بنیاد نہیں جس پر قوم کا پرشکوہ قصر ایستادہ ہے۔

یہی حال خطے یا علاقے کے تصور کا ہے وہ لوگ جو کل بمبئی سے الحاق کی بناء پر خود کو ایک صوبے کے باسی تصور کرتے تھے۔ آج واضح طور پر سندھی

کہلاتے ہیں۔ گویا علاقے کا نام بدل دینے سے قوم کا نام بدل گیا جو کہ بڑی مضحکہ خیز صورت ہے۔ یعنی قوم ایک پوشاک ہوئی جب جی چاہا نئے نام سے پہن لی۔ کل کے Vikings آج کے Danish ہیں۔

مذکورہ بالا ساری بحث سے میرا منشاء یہ تھا کہ جب ہم لفظ قوم کا افراد کے کسی مجموعے پر اطلاق کریں تو اس لفظ کے ساتھ ہی اس قوم کے جملہ شعبہ ہائے زندگی کی مکمل اور جامع تصویر ہمارے سامنے آ جائے۔ ایسی تصویر جو نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی خواص کی بھی عکاس ہو۔ ان کی ثقافت، تہذیب و تمدن، معاشرت، نظریات وعقائد، ضابطۂ حیات، ذہنی و جذباتی وابستگیاں، رسم و رواج، ان کے آدرش غرض ہر پہلو سے اس مخصوص قوم کی کلی خصوصیات کی مکمل عکاسی ہونی چاہیئے۔ اس قوم کے کسی بھی فرد سے اس قوم کا سراغ مل سکتا ہو۔ گویا فرد اپنی ذات میں قوم کے بڑے تصور کا Miniature ہو۔

مذہب ہی وہ واحد تصور ہے جو بے شمار افراد کی بے شمار جہتوں کو ایک سمت دے کر قوم کے نام سے قابل فہم بناتا ہے۔ مذہب ہی قوم کو وہ تصورات اور قوت بہم پہنچاتا ہے جن میں دوامیت اور ابدیت ہے اور جو یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ ہر قسم کے تغیرات کو جذب کر کے اپنی ایک علیحدہ حیثیت اور تشخص برقرار رکھے۔ مذہب افراد کو وہ بنیادی اعتقادات عطا کرتا ہے جس سے قوم کی عمارت کسی مخصوص وجود میں صورت پذیر ہوتی ہے۔ گویا مذہب کی حیثیت بیج کی سی ہے جس سے زندگی کا تناور اور شاخ در شاخ درخت پھوٹتا ہے اور جیسا بیج ہو گا درخت ویسے ہی پھل پھول کا حامل ہو گا۔

مذہب فرد کو علاقائیت کے جوہر سے نکال کر اجتماعیت اور آفاقیت کے سمندر میں داخل کرتا ہے۔ وہ ایک جوئے کم آب سے بحر بیکراں میں ڈھل جاتا ہے۔ علاقہ، زبان، نسل غرض ہر تصور کو جذب کر لیتا ہے۔ فرد خواہ کسی زبان، علاقہ یا نسل سے متعلق ہو وہ مذہب کی ڈور سے بندھا ایک مخصوص قوم کا رکن ہے اور اپنی انفرادی حیثیت میں اس قوم کا نمائندہ اور عکاس ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلمان، عیسائی، سکھ، ہندو، بدھسٹ حتیٰ کہ Athiest تک بھی ایک علاقے میں رہتے ہوئے ایک زبان بولتے ہوئے اور ایک ہی قبیلہ سے متعلق ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے جداگانہ حیثیت کے مالک ہیں۔ گویا قوم کے پائیدار اور مستقل تصور کی بنیاد مذہب پر ہے۔

☆☆☆☆☆

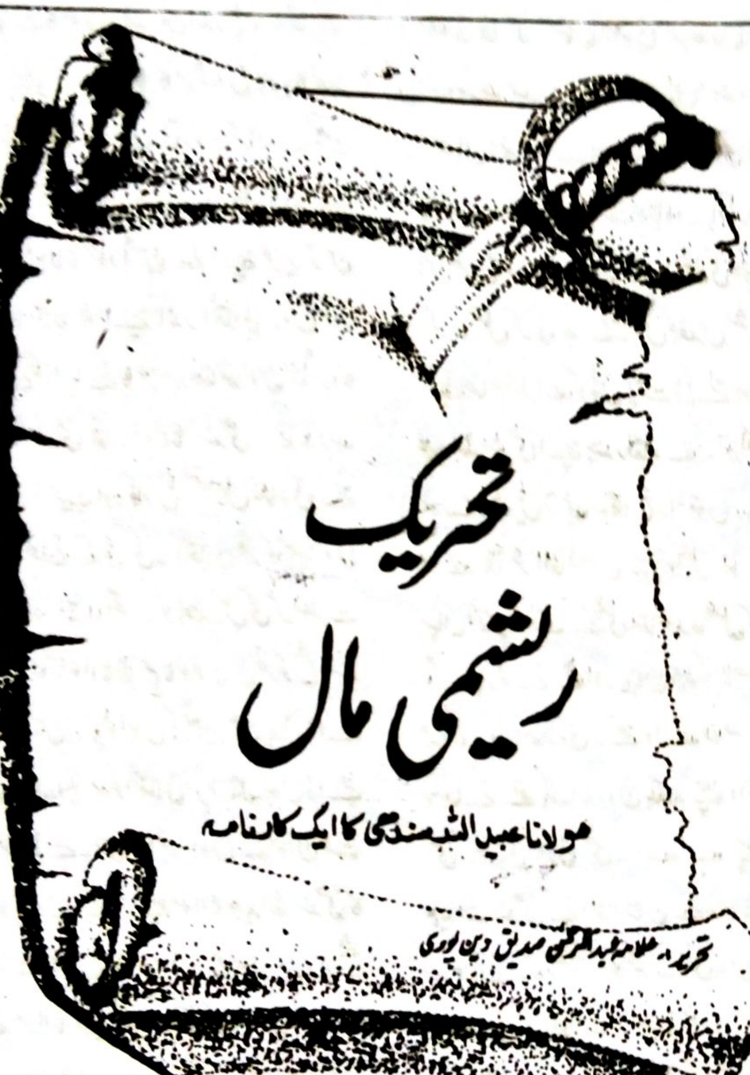

مولانا عبیداللہ سندھی کا نام زبان پر آتے ہی ذہن خود بخود ریشمی رومال کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہمارے ماضی قریب کے اکابرین بلکہ دین اور آزادی سے ذرا بھر شغف رکھنے والوں تک کو بھی معلوم تھا کہ تحریک ریشمی رومال کیا تھی، اس کے عوامل اور محرکات کیا تھے، تنظیمی نیٹ ورک کیا تھا، اہداف کیا تھے کیا وہ اہداف حاصل کئے جا سکے؟ یہ تمام سوالات ایسے ہیں جن کا تعلق ہماری قومی آزادی سے ہے۔ آج وقت ہے کہ ہم اپنی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اپنی قومی اور ملی تحریکات کے روشن کرداروں سے کما حقہ، واقف کرائیں اور بتائیں کہ ان کے اسلاف نے کس طرح کنجشک فرومایہ ہوتے

ہوئے بھی اسی سلطنت کا سورج غروب کر دیا جو اپنی سطوت و طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر کہتا تھا کہ میں سمندروں کا خدا ہوں میری حدود مملکت میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا مجھ پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے گا تو میں سنگینوں پر اٹھا لوں گا۔ انگریز کے ہاتھوں 1857ء کے لگائے ہوئے زخم ابھی تازہ تھے۔ ملی غیرت کا طوفان اندر ہی اندر پل رہا تھا انقلابی فکر کیلئے گہوارے کا کام شروع ہو چکا تھا۔ حالات کا تقاضا تھا کہ کام کی رفتار کو تیز کیا جائے لیکن وہاں سکوت و جمود کی کیفیت غالب آ چکی تھی۔ ایسے میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اپنے عزیز ترین شاگرد کو بلا بھیجا جو اپنے اندر انقلابی روح اور پہاڑوں سے ٹکرا جانے کا عزم رکھتا تھا' اس شاگرد کا نام عبیداللہ سندھیؒ تھا۔ مولانا سندھی نے مدرسہ دیوبند کی نئی ترتیب اور فارغ التحصیل علماء کی نئے سرے سے صف بندی کی۔ انقلابی فکر کو مہمیز دی' عیار و مکار برسراقتدار انگریز کو بھنک مل گئی کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا قاسم نانوتوی کی فکر کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے خوابوں کی تعبیر میں بدل ڈالنے والا شخص مدرسہ دیوبند کو انقلابی مرکز میں بدل ڈالنے کی سعی کر رہا ہے۔ اس پر انگریزوں کے خوان نعمت کے ریزہ چینوں کے ذریعے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا مدرسے سے اخراج کا کام شروع ہوا۔ اس پر شیخ الہند نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو انقلابی فکر کے سرخیلوں سے ملوانے اور اگلے مرحلے کیلئے تیار کرنے کا کام شروع کر دیا۔ سال دو سال کے روابط اور منصوبہ بندی کے نتیجے میں شیخ الہندؒ نے بیرونی ممالک کے محاذ پر کام کرنے کیلئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو کابل چلے جانے کا حکم دیا۔ کابل (افغانستان) ہی وہ جگہ تھی جہاں سے ریشمی رومال کی تحریک کا کام عملی طور پر شروع کیا گیا۔ ریشمی رومال تحریک کیا تھی جیسا کہ ہم پیچھے کہہ آئے ہیں کہ 1857ء میں انگریزوں کے لگائے ہوئے زخموں نے تحریک آزادی میں نئی روح پھونک دی تھی۔ فرنگیوں کے ہاتھوں بے جا قتل و غارت' مظالم' سزاؤں اور سولیوں نے غیرت مندوں کی آنکھوں سے نیند اڑا دی تھی۔ جہاد کا بھولا بسرا سبق خود بخود زبانوں پر آ گیا تھا۔ ریشمی رومال تحریک جس کا مقصد تھا کہ ''شمال مغربی سرحدوں سے ایک زبردست حملہ ہو اسی اثناء میں ہندوستان کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں اور استعماری فاسق قوت' غاصب برطانیہ کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس طرح آزادی بھیک میں مانگنے کی بجائے چھین کر حاصل کر لی جائے'' اس مقدس مشن کی تکمیل کیلئے تمام خطرات کو پس پشت ڈالتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنے چند رفقاء کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ طویل ترین سنگلاخ راستوں سے گزرتے ہوئے بالآخر افغانستان میں داخل ہو گئے۔ اب یہاں انہیں تحریک کے عملی مقاصد حاصل کرنے کیلئے لوگ تیار کرنے تھے اور یہاں بیٹھ کر نا صرف بیرونی ممالک اور ہمدردی رکھنے والے عناصر سے روابط بڑھانے تھے بلکہ اندرون ملک چلنے والی تحریک کی بھی رہنمائی کرنی تھی۔ سب سے پہلے تو مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے افغانستان کے حالات پر توجہ دی اور وہاں کے منتشر معاشرے کی اس انداز میں رہنمائی کی کہ افغانستان جیسا چھوٹا سا منتشر ملک برطانیہ جیسی عالمی طاقت سے ٹکرا گیا۔ اس جنگ کے پیچھے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا ذہن اس حد تک کارفرما تھا کہ . . . . . .

افغانستان اور حکومت برطانیہ کے درمیان جو معاہدۂ صلح ہوا اس کے متعلق سفیر سر ہمفری ڈاکس نے لکھا کہ یہ معاہدہ افغانوں اور انگریزوں کے درمیان نہیں ہوا بلکہ عبیداللہ سندھیؒ اور انگریزوں کے درمیان ہوا ہے۔ یہ تحریری معاہدہ تھا جسے افغان سربراہ خان محمود ترزئی نے اعتراف کیا۔ اس معاہدے کی شق میں ایک شق یہ بھی تھی کہ انگریز ہندوستان کو فلاں سن تک خالی کر دیں گے۔ مولانا سندھیؒ نے کابل میں بیٹھ کر ایک طرف تو جاپان' جرمنی' فرانس' ترکی' اٹلی' روس' ایران' آسٹریا وغیرہ کے سربراہوں سے خط و کتابت کی دوسری طرف ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے انقلابیوں اور انقلابی مراکز سے رابطہ قائم رکھنے کیلئے خط و کتابت جاری رکھی جو عمومی سطح کی تھی جس کیلئے رسل و رسائل کے عمومی ذرائع استعمال کئے گئے۔ البتہ انتہائی اہم پیغامات کے لئے خفیہ زبان میں ایک رومال کشیدہ کاری شکل میں لکھ لیا جاتا تھا جو پیغام لے جانے والا تلاشی کے مراکز اور سی آئی ڈی کی آنکھ میں دھول جھونک کر مطلوبہ اشخاص تک پہنچا دیتا تھا۔ یہ ریشمی خط ہی تھا جس کے ذریعے برصغیر میں بغاوت اور بیرونی حملہ کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔

1916ء اگست کے مہینے میں آنریری مجسٹریٹ خان بہادر رب نواز کے ہاتھ ایسے ہی ریشمی خط لگ گئے۔ ریشمی خطوط مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے عبدالحق نامی ایک شخص کے ہاتھ روانہ کئے تھے۔ یہ خطوط کمشنر ملتان کے حوالے کر دیئے گئے۔ پہلے تو اس نے ان خطوط کو غیر اہم سمجھتے ہوئے اپنے پاس رکھ لیا لیکن جب دوسرے ذرائع سے کچھ اطلاعات ملیں تو یہ خطوط سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ مسٹر ٹومکنسن کے حوالے کر دیئے گئے۔ ایک روایت ہے کہ عبدالحق سے مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے اس کے جسم کو گرم لوہے سے داغا گیا۔ ریشمی خطوط کے برآمد ہوتے ہی حکومت برطانیہ کی پوری مشینری حرکت میں آ گئی۔ وزارت ہند' وزارت داخلہ' سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ' وائسرائے ہند' صوبائی گورنرز اور سیکرٹریوں کے درمیان ہنگامی

روابط قائم ہو گئے۔ اطلاعات اور یادداشتوں کے تبادلے ہونے لگے۔ انقلابیوں کا راستہ روکنے کیلئے صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ افغانستان، ترکی ایران، روس اور حجاز تک کو متحرک کر دیا گیا۔ جاسوسی اور سراغرسانی کا نظام مستعد کر دیا گیا۔ الغرض یہ سب کچھ اس قدر ہنگامی بنیادوں پر کیا گیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ برطانوی حکومت کا تختہ الٹنے والا ہے۔ ایک کثیر گورا فوج نے تحریک آزادی کے مراکز کو محاصرے میں لے لیا۔ تحریک سے وابستہ اہم لیڈران میں سے مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی کے پیرو مرشد حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ۔ مولانا تاج محمود امروٹی۔ مولانا احمد علی لاہوری، پیر اسد اللہ شاہ، حاجی شاہ بخش کے علاوہ سینکڑوں سیاسی و غیر سیاسی لوگ جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے۔ تحریک کی پوری جماعت کو یا تو گرفتار کر لیا گیا یا انہیں زیر زمین پناہ لینے پر مجبور کر دیا گیا۔ بظاہر تو یہ برطانوی حکومت کی طاقت اور جبر و استبداد کا مظاہرہ تھا لیکن اس بدحواسی میں اس کا کھوکھلا پن بھی ظاہر ہو گیا۔ جس مقصد کیلئے ریشمی رومالوں پر خفیہ زبان میں پیغام کشیدہ کئے گئے وہ دراصل آزادی حاصل کرنے کیلئے منصوبے کی اہم ترین اندرونی و بیرونی حملے کی تفصیلات تھیں جن کے مطابق ہندوستان پر انگریزی حکومت کے خاتمے کیلئے بیرونی ممالک سے حملے کے اوقات اور اندرون ملک عین اسی وقت بغاوت کا علم بلند کرنے کی ہدایات درج تھیں۔ انہی خطوط میں ان معتبر ہستیوں کے نام اور عہدے بھی درج تھے جو مسلح جدوجہد کی قیادت کر رہے تھے۔ بیرونی حملہ اور اندرونی مسلح جدوجہد کے ذریعے آزادی کے حصول کیلئے جو دستے ترتیب دیئے گئے تھے ان کا نام ''جنود ربانیہ'' رکھا گیا تھا۔ اس منصوبے کا انکشاف ہو جانے اور عالمی جنگوں میں لڑائی پر برطانیہ نے جو جنگ عظیم کے تاوان کا مقدمہ قائم کیا اس کا عنوان تھا ''شہنشاہ ہند ملک معظم بنام عبیداللہ سندھیؒ'' وغیرہ جس کی تفصیل برٹش لائبریری لندن میں موجود ہے یہی وہ تحریک تھی جسے Silk letter Movement یعنی ریشمی خطوط کہا جاتا تھا جو آگے چل کر ریشمی رومال کی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے زرخیز دماغ کا تیار کردہ منصوبہ بظاہر تو کامیاب نہ ہوا لیکن منصوبے کی ہمہ گیری نے حکومتی ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ بدحواسی میں حکومت ایسے اقدامات کرتی چلی گئی جو برصغیر میں اس کے زندگی کے دن تھوڑے سے تھوڑے کرتے گئے۔ یہ وہ تحریک تھی جس کے نتیجے میں برصغیر پاک و ہند کو آزادی نصیب ہوئی۔ اس آزادئ پاک و ہند کے عظیم محرک امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اس وقت خان پور میں درگاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں آسودہ لحد ہیں۔

اُردو ای میل

تحریر: ساثر حقانی

ٹیلی فون اور جدید ٹیکنالوجی کے متعارف ہونے کے باوجود ''خط لکھنے'' کی اہمیت کم نہیں ہوئی ہے اس بات کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت، سپر پاور امریکہ کا ہر شہری 2001ء میں بھی اوسطاً 506 خطوط لکھ رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لکھی ہوئی بات، خط آپ کسی بھی وقت کسی مشینری کو استعمال کئے بغیر پڑھ سکتے اور بار بار پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ لکھی ہوئی بات زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے۔ فیکس مشین کی ایجاد اور ای میل کی سہولت نے پیغام رسانی میں تیزی پیدا کر دی ہے لیکن مذکورہ بالا ان دونوں ذرائع کیلئے الفاظ لکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بات لکھنے کے لئے کون سی زبان استعمال کی جائے، جس سے اپنی بات دوسروں کو زیادہ بہتر طور پر سمجھائی جا سکے۔ اگر میں یہ کہوں کہ انسان جو بات اپنی مادری زبان میں خود سمجھ سکتا اور دوسروں کو بہتر طور پر سمجھا سکتا ہے۔ وہ دنیا کی کسی دوسری زبان میں نہ تو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا اور نہ ہی دوسروں کو بہتر طور پر سمجھا سکتا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ بھی سچ ہے کہ جو مزا اپنی مادری زبان میں

بات کرنے کا ہے، وہ کسی دوسری زبان میں بات کرنے کا نہیں ہے۔ مادری زبان کے بعد سب سے زیادہ اہمیت قومی زبان کو حاصل ہوتی ہے اور یہی دو زبانیں ہیں جو دنیا کا تقریباً ہر شخص سمجھ اور بول سکتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ قومیں اپنی زبان میں جدید ٹیکنالوجی کو اپنانے کے بعد ہی بین الاقوامی سطح پر نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ ترکی، کوریا، چین، جرمنی، فرانس، امریکہ، جاپان اور برطانیہ جیسے کئی ممالک کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔

اُردو پاکستان کی قومی زبان ہے، یہ پاکستان کے علاوہ چند دوسرے ممالک میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے، اُردو زبان نستعلیق رسم الخط میں لکھی جاتی ہے، یہ رسم الخط بے حد خوبصورت اور جاذبِ نظر ہونے کے ساتھ نسخ (عربی) رسم الخط کے مقابلے میں تقریباً چالیس فیصد کم جگہ گھیرتا ہے۔ اُردو کا یہ حسن اس کے حروف کے سینکڑوں طرح کی شکلوں، جوڑ اور ان کے آپس میں ملنے کے مختلف انداز کا مرہونِ منت ہے۔ لیکن جب اُردو کو زمانے کی رفتار سے ہم آہنگ کرنے کا سوال اٹھتا تھا تو اردو کی یہی خوبی اس کی خامی بن جاتی تھی یعنی اُردو میں حروف کے جوڑ اس قدر کثرت سے ہیں جن کا لگچر (Ligature) لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نستعلیق ٹائپ رائٹر بنانے میں کامیابی گزشتہ سو برس میں کبھی حاصل نہ ہو سکی۔ اُردو نستعلیق ٹائپ رائٹر بنانے والوں کو ناکامی سے دوچار ہوتا دیکھ کر کمپیوٹر کے ذریعے اُردو زبان میں کام کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہوئی اور یہ کہا جانے لگا کہ اُردو زبان اپنے موجودہ رسم الخط کے ساتھ کمپیوٹر سے مطابقت پیدا نہیں کر پائے گی۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ تصور غلط ثابت ہو گیا۔ کیونکہ جب کمپیوٹر نے گرافیکل یوزر انٹرفیس اپنایا اور ڈسکوں اور سٹوریج آلات کی استعداد بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی رفتار میں بھی بے تحاشا اضافہ ہوا تو اردو کو اس کی موجودہ شکل کے ساتھ کمپیوٹر نے قبول کر لیا۔ اُردو زبان اور اس کے نستعلیق رسم الخط کو جدید ترین ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کرنے کے لئے کمپیوٹر پروگرامنگ یعنی سافٹ ویئر کی مدد سے مسئلہ کا حل تلاش کر لیا گیا ہے۔

درحقیقت کمپیوٹر ایک مشین ہے جس میں مواد جمع کرنے یا رکھنے اور اس کی مدد سے کام کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے، ایک ایسی مشین جس کو ہدایت دے کر مخصوص کام لئے جا سکتے ہیں جن میں ورڈ پروسیسنگ، ڈیٹا بیس مینجمنٹ اور گرافکس پریزینٹیشن قابلِ ذکر ہیں۔ اس جدید ٹیکنالوجی کو اپنانے سے ذہنی وسعت بڑھتی ہے اور تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ ملتا ہے۔ ایسی صلاحیتیں جو کسی پروگرام یا سافٹ ویئر کو ترتیب کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ تمام چیزیں کسی بھی زبان کی قید سے قطعی آزاد ہیں۔

اب اس عام تاثر کو ختم ہو جانا چاہیے کہ کمپیوٹر پر کام کے لئے انگریزی زبان پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے یا یہ کہ کمپیوٹر آپ کے مقابلے میں زیادہ ذہین ہے یا آپ سے بہتر کام کر سکتا ہے یا آپ کو کمپیوٹر سے کام لینے کے لئے کسی خاص علم اور تجربہ کی ضرورت ہے، کمپیوٹر کے استعمال کو فروغ دینے کے لئے قومی زبان اُردو کو کمپیوٹر میں لانے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جن میں سے چند کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں ہیں۔ ہمیں توقع ہے جیسے جیسے کمپیوٹر میں اُردو زبان کو زیادہ دخل حاصل ہوتا جائے گا، ویسے ویسے اس سے نہ صرف کمپیوٹر کا استعمال بڑھے گا بلکہ ہماری آئندہ نسل بھی بغیر کسی جھجک کے اس جدید ٹیکنالوجی کو اپنائے گی اور کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کرے گی۔

ہم نے خطوط۔ لکھنے سے بات شروع کی تھی اور بات کچھ لمبی ہو گئی اب ہم دوبارہ اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور ہمارا موضوع ہے ''اُردو ای میل بھیجنے، وصول کرنے کے آسان طریقے۔'' اپنے قارئین کی سہولت کے لئے ہم اُردو ای میل بھیجنے کے پانچ آسان ترین طریقے بتا رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے قارئین اُردو ای میل بھیجنے کے طریقے سیکھنے کے بعد سب سے پہلے ہمیں ہمارے صفحے ''کمپیوٹر ایجوکیشن'' کے بارے میں اپنی رائے اور مشوروں سے نوازیں گے اور مشورے اردو میں لکھ کر بھیجیں گے۔ **(باقی آئندہ شمارہ میں)**

☆☆☆☆☆

ایک ہی راستہ

تحریر: عنبرین مظہر

فراز نے آج رات اپنے ساتھیوں کی مدد سے ایک کوٹھی میں ڈاکہ ڈالنا تھا۔اس نے تھیلے میں ضروری سامان رکھا۔ اس نے کوٹھی سے دو لاکھ کا سامان لوٹا۔وہ بہت خوش تھا اور اپنے باس کو خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ باس فراز کی طرف سے بے فکر رہتا تھا.کیونکہ اسے پتہ تھا کہ فراز جیسا بہادر انسان کبھی ہار نہیں سکتا.جبکہ باقی ساتھی کہیں کہیں مار کھا جاتے تھے۔اگر کہیں بڑا ڈاکہ ڈالنا ہوتا تو باس فراز کو ہی کہتا۔فراز کو شروع سے ہی دولت جمع کرنے کا شوق تھا۔اس کی بیوی صائمہ اکثر اسے کہتی کہ اتنی دولت جمع کر کے کیا کرو گے لیکن فراز پر تو جیسے دولت کا بھوت سوار تھا۔

فراز اور صائمہ کی شادی کو چار سال گزر چکے تھے۔دو بچے تھے گھر میں اتنی دولت کے باوجود فراز نے کبھی صائمہ کو اپنے دھندے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔بس یہی کہتا کہ کاروبار اچھا چلتا ہے۔آج باس نے فراز کو ایک ہسپتال بھیجنا تھا تاکہ وہ دوائیوں میں ملاوٹ کر سکے۔اب فراز کا بھی یہ معمول بن چکا تھا کہ کبھی چوری کرتا کبھی کمپنی میں جعلی دوائیاں تیار کرتا۔ رشوت کے ذریعے بھی اس نے بہت سا روپیہ اکٹھا کر لیا۔کبھی کبھار کلب جاتا تو جیت کر آتا۔صائمہ کا گھر اب پہلے کی نسبت اچھا ہو گیا تھا۔اب ان لوگوں نے کوٹھی خریدی۔ محلے کی عورتیں اکثر صائمہ کے گھر آتیں تو اس کی قسمت پر رشک کرتیں کہ اس کا خاوند کتنا اچھا ہے کہ اتنا بڑا گھر لے کر دیا ہے۔ بچے بھی اب کار پر سکول جانے لگے۔صائمہ کو ہر وقت چوروں ڈاکوؤں کا ڈر رہتا۔ دوپہر اور رات کو تو ڈاکوؤں کا زیادہ ڈر رہتا.لیکن صائمہ نے کبھی فراز سے ذکر نہ کیا۔آج فراز نے صائمہ کے ہاتھ پر 50ہزار کے نوٹ رکھے اور کہا چاہو تو اسے سنبھال کر رکھو یا پھر خرچ کر ڈالو زیور کپڑے بنواؤ۔

رات دن یونہی گزرتے رہے۔ اب فراز شہر میں فراز ڈاکو کے نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ اصل میں فراز نے اپنی کوٹھی ایسی جگہ لی' جہاں لوگوں کا آنا جانا کم تھا۔ دولت کی اتنی فراوانی ہو چکی تھی کہ صائمہ بھی اب شوخ کپڑے پہنتی اور کلب جاتی۔ فراز اکثر کلب جاتا۔ آج بھی وہ وہاں موجود تھا۔ ناچ گانا ہو رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی جو کسی اور کے ساتھ تھی۔ فراز نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ وہ لڑکی خود ہی اس کے پاس آ گئی۔ فراز کے پیروں سے زمین نکل گئی کہ میری بیوی ایسی ہو سکتی ہے۔ صائمہ بھی حیران پریشان ہو گئی۔ وہ وہاں سے نکلی اور سیدھی گھر آئی۔ فراز بھی پیچھے پیچھے اپنی گاڑی میں آ رہا تھا۔ گھر آ کر صائمہ خوب روئی۔ اتنے میں فراز بھی پہنچ گیا۔ صائمہ بے حد رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اتنی دولت تم نے تاش جوا کھیل کر حاصل کی ہے۔ میں لعنت بھیجتی ہوں ایسی دولت پر تم نے مجھ سے کیوں جھوٹ بولا۔ اگر مجھے سچ بتا دیتے تو یہ نہ ہوتا۔ یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ صائمہ بولے جا رہی تھی اور چیزیں اِدھر اُدھر پھینک رہی تھی۔ جب صائمہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو فراز نے کہا اس میں میرا کوئی قصور نہیں میں ایک دن ہوٹل میں پریشان بیٹھا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا۔ پریشانی کی وجہ پوچھی اور اس پتے پر آنے کا کہہ گیا۔ بس اس دن سے آج تک یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ ہسپتال سے فون تھا کہ آپ کے بچوں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا' وہ دونوں ہسپتال پہنچے تو بچے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ انجکشن اور دوائیوں کی وجہ سے وہ موت کا شکار ہو گئے۔ فراز جو دوائیوں میں ملاوٹ کرتا تھا آج اس کی وجہ سے اس کے بچے چلے گئے۔ نا صرف اس کے بچے بلکہ کتنی دوسری ماؤں کے بچے بھی ہلاک ہو گئے۔ فراز کو کوئی ہوش نہ رہا۔ صائمہ فراز کا گریبان پکڑ کر پوچھ رہی تھی کہ میرے بچوں کا کیا قصور تھا جو تم نے ان کو بھی مار دیا' وہ بے ہوش ہو گئی۔ ہسپتال میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ صائمہ بھی غلط انجکشن کی وجہ سے اللہ کو پیاری ہو گئی۔ فراز کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ باس میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا تم نے میری دنیا تاریک کر دی۔ دوسرے لمحے وہ باس کے سامنے تھا اور دو تین گولیاں باس کے سینے میں اُتار چکا تھا۔ پولیس پہلے ہی فراز نامی ڈاکو کی تلاش میں تھی چھاپہ مارا اور فوراً پکڑ لیا۔ فراز آج جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے اور اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

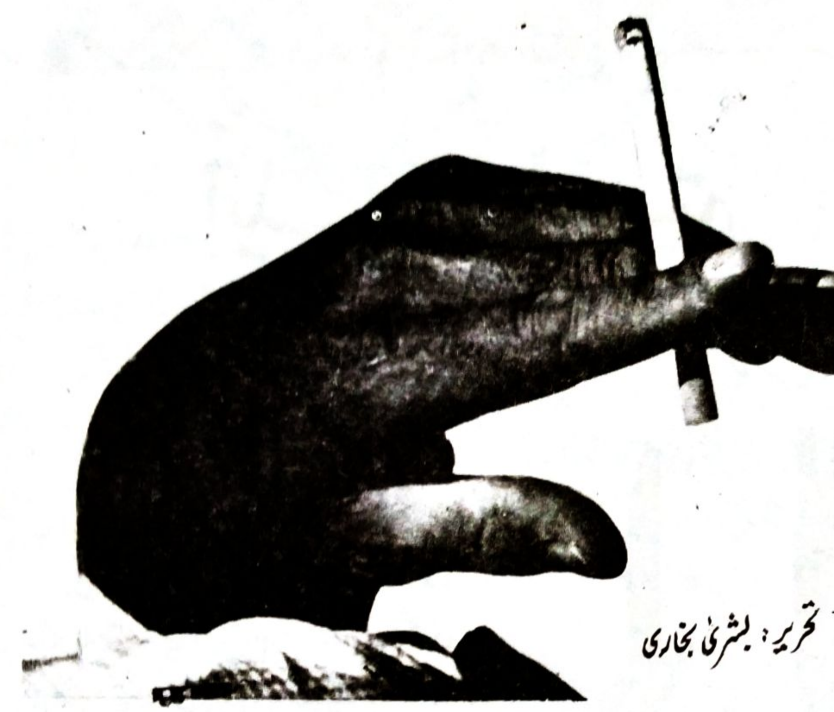

تحریر: بشریٰ بخاری

31 مئی

عالمی یومِ ترکِ تمباکو نوشی

صدیوں پہلے انسان نے جب تمباکو دریافت کیا تو اسے معلوم نہیں تھا کہ اس میں پایا جانے والا مادہ نکوٹین ایسا زہریلا اور بے رنگ ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ زبان پر رکھ لیا جائے تو فوری موت واقع ہو سکتی ہے۔ پاکستان میں سگریٹ نوشی کا رجحان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ سگریٹ نوشی کس قدر خطرناک ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سگریٹ کے دھوئیں سے انسان تو انسان حشرات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ سگریٹ نوشی انسانی جسم کے لئے کس قدر خطرناک ہے۔ اس کی تصدیق ایک انگریز فزیشن

ایف ای ٹیلکوٹ اپنے ایک مضمون میں کرتے ہیں کہ پھیپھڑوں کے کینسر کے جتنے بھی مریضوں کو میں دیکھتا ہوں یا جانتا ہوں تقریباً سب ہی سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔یعنی یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ اکثر سگریٹ نوشی کرنے والے اس مہلک مرض میں ضرور مبتلا ہوتے ہیں۔دنیا میں آج تک ایسا کوئی سگریٹ نہیں بنا جو صحت کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔گویا سگریٹ کے کش موت کے کش ہیں۔1938ء میں 6813 لوگوں کا تجزیہ کرنے کے بعد جوُن ھاپٗن یونیورسٹی کے پروفیسر ریمنڈ پرل اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ 66٪ سگریٹ نہ پینے والے لوگ 60 سال کی عمر سے زیادہ زندہ رہتے ہیں جبکہ سگریٹ نوشی نے والے افراد میں سے صرف 46 فیصد زیادہ عمر پاتے ہیں۔

1957ء میں ہونے والی ایک ریسرچ کے مطابق کینسر اور ہارٹ ایسوسی ایشن میں اس بات کا واضح طور پر اعلان کر دیا گیا کہ سگریٹ نوشی اور کینسر کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔1989ء میں امریکہ میں شائع ہونے ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال 390000 لوگ سگریٹ نوشی کی وجہ سے مرتے ہیں۔جن میں زیادہ تر اموات پھیپھڑوں کے کینسر اور دل کے عارضہ کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ہمارے ملک میں بھی شرح اموات زیادہ ہونے کی ایک وجہ سگریٹ نوشی ہے۔صدمہ اس بات کا ہے کہ بچے بڑوں کو دیکھ کر سگریٹ نوشی شروع کر دیتے ہیں۔ان بچوں کی زیادہ تر عمریں دس سال یا اس سے زیادہ ہوتی ہیں۔ہمارے معاشرے میں خواتین بھی سگریٹ نوشی کرتی ہیں اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔اکثر خواتین تو محض فیشن کے طور پر سگریٹ پیتی ہیں۔

حالانکہ انہیں علم ہے کہ یہ ان کے لئے بڑی نقصان دہ چیز ہے‘ سگریٹ نوشی نہ صرف صحت کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ روپے کا زیاں ہے۔ہمارے ملک میں اگرچہ سگریٹ کے ہر پیکٹ پر لکھا ہوتا ہے ’’سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضر ہے۔‘‘ مگر اس کے باوجود سگریٹ فروخت کرنے والی کمپنیاں اس قدر پر کشش اشتہارات دیتی ہیں کہ ہر کوئی سگریٹ پینے کی تمنا کرتا ہے۔اس سلسلے میں وزارت صحت‘ سماجی اداروں اور حکومت کو چاہئے کہ مناسب اقدامات کرے اور ایسا قانون بنایا جائے کہ 18 سال سے کم عمر کے بچوں کو سگریٹ کی فروخت پر پابندی عائد کر دی جائے۔عالمی یوم ترک تمباکو نوشی کے موقع پر ہمیں اپنا احتساب کرتے ہوئے یہ بات سوچنی چاہئے کہ ہم اپنے دوست ہیں یا دشمن ؟

جرمنی کے نشریاتی ادارے

تحریر: ندیم چوہدری

دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کی طرح وفاقی جمہوریہ جرمنی میں بھی ریڈیو اور ٹیلی وژن ابلاغ کا تیز اور موٴثر ترین ذریعہ ہیں۔اطلاعاتی ٹیکنالوجی کی جدید ترین سہولیات سے لیس جرمن نشریاتی ادارے چوبیس گھنٹے اپنے سامعین اور ناظرین کو باخبر رکھتے ہیں۔1984ء میں ریڈیو اور ٹی۔وی کی دنیا میں نجی شعبے کو کام کرنے کی اجازت ملی‘ تو باہمی مقابلے کی اس فضا نے جرمن ذرائع ابلاغ کو انقلابی تبدیلیوں سے روشناس کروایا۔جب کہ آئینی اور قانونی تحفّظ نے سرکاری اور نجی شعبے میں کام کرنے والے نشریاتی اداروں میں صحت مندانہ مقابلے کے رجحانات کو فروغ دیا۔جرمنی میں نشریاتی اداروں کے

مقامی اور بین الاقوامی سطح پر پیش کئے جانے والے پروگراموں کو مربوط نظام کے تحت ایک دوسرے سے منسلک کیا گیا ہے۔

ملکی سطح پر سب سے بڑا نشریاتی ادارہ ''پہلے چینل'' یا ARD کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ نشریاتی ادارہ دراصل پورے جرمنی میں پھیلے ہوئے اُن گیارہ علاقائی نشریاتی اداروں کے تعاون سے پروگرام پیش کرتا ہے جو قومی پروگراموں کے علاوہ اپنے علاقے کی ضروریات کے مطابق چوبیس گھنٹے پروگرام جاری رکھتے ہیں۔ ZDF یعنی ''دوسرے چینل'' کے ذریعے صرف ٹی وی کی نشریات دکھائی جاتی ہیں۔ اس طرح چینل تھری علاقائی نشریات کے لئے مخصوص ہے۔ آبادی کے لحاظ سے جرمنی کے سب سے بڑے صوبے نارتھ لائن ویسٹ فیلیا کا چینل تھری W D R ویسٹ ڈوئچر رونڈ فونک (West Deutscher Rundfunf) ہے۔ جو کہ جرمنی کا سب سے بڑا علاقائی چینل ہے۔ پبلک سیکٹر میں چلنے والے ایک اور چینل Phoenix کو دستاویزی فلموں اور ڈیر کنڈر کنال D e r Kinder Kanal کو بچوں کے لئے پروگرام پیش کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ ARD اور ZDF کی مالی اعانت سے کام کرنے والا ڈوئچ لینڈ ریڈیو (Deutschland Radio) قومی سطح پر اپنے سامعین کے لئے معلوماتی اور ثقافتی پروگرام پیش کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا بھر کے سامعین اور ناظرین کو ملکی اور غیر ملکی حالات و واقعات کے بارے میں جرمن نقطۂ نظر سے آگاہ کرنے کے لئے ڈوئچے ویلے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے نام سے ادارہ قائم ہے جو کولون اور برلن سے مختلف زبانوں میں اپنی نشریات پیش کرتا ہے۔ 1985ء میں نجی شعبے میں قائم ہونے والے ٹی۔ وی چینل "SAT 1" نے ایک نئے دور کا آغاز کیا

اور یوں پورے جرمنی میں بے شمار ریڈیو اور ٹی وی چینلز نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اب آپ "RTL 1-2" کے ذریعے تفریحی پروگرام دیکھئے یا PRO) (7 پر فلمیں، کھیلوں کے شائقین کیلئے DSF یا پھر VOX پر کھیل اور تفریح کے ساتھ ساتھ NTV اور Euronews پر زیادہ تر خبریں Kable-1 اور Premiere پر پرانی اور نئی فیچر فلمیں اور موسیقی کے دیوانوں کے لئے "Viva" کے دو چینل۔ ان کے علاوہ دنیا بھر کے ٹی وی چینل، کیبل یا سیٹلائیٹ کے ذریعے بھی ہر گھر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

جرمنی میں لگ بھگ 200 ریڈیو چینل اپنی نشریات کی بدولت ہر دم آپ کے ساتھ رہتے

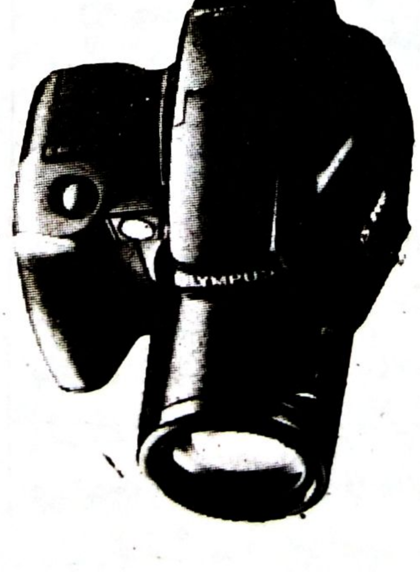

ہیں۔ موسم کی ہر لحہ بہ لحہ بدلتی صورتِ حال، بارش کب اور کہاں ہوگی، کس سڑک پر ٹریفک جام ہے۔ پیغامات، خبریں، گھریلو مشاغل، گپ شپ اور موسیقی۔ دن اور رات کے کسی بھی پہر میں ریڈیو آپ کو ہر وہ اطلاع فراہم کرتا ہے جس کا آپ تصوّر کریں یعنی آپ کے دن کے معمولات ریڈیو سن کر مرتب ہوتے ہیں۔

جرمنی میں عکس و آہنگ کے یہ رنگ آپ کو ایک شرط پر مہیا ہوتے ہیں اور وہ شرط ہے لائسنس فیس، یعنی ریڈیو اور ٹی وی رکھنے والے ہر شہری کو یہ فیس لازمی ادا کرنا پڑتی ہے۔ ورنہ جرمانے سے بچنا مشکل ہے۔ اس وقت جرمنی میں ریڈیو اور ٹی وی استعمال کرنے کی ماہانہ فیس 28 مارک ہے۔ کیبل اور سیٹلائیٹ کیلئے اضافی فیس ادا کرنا پڑتی ہے۔

ہمارا ورثہ

تحریر: عامر ساجد

کراچی سے 101 کلومیٹر کے فاصلے پر ٹھٹھہ واقع ہے۔ کراچی سے آپ نیشنل ہائی وے پر سفر کرتے ہوئے ٹھٹھہ پہنچتے ہیں۔ یہ ایک قدیم تاریخی شہر ہے، کسی زمانے میں دریائے سندھ اس کے ساتھ بہتا تھا۔ اس وقت ٹھٹھہ ایک مصروف اور معروف بندرگاہ کے طور پر جانا جاتا تھا، اب دریا نے اپنا راستہ بدل لیا ہے۔ یہ اب سے تقریباً دو سو سال پہلے کی بات ہے۔ بعض روایات کے مطابق تیسری صدی قبل مسیح میں سکندرِ اعظم نے بھی اس شہر پر حملہ کیا تھا۔ مغل بادشاہوں میں سے شاہجہان نے بھی کچھ عرصہ اسے اپنا مسکن بنایا اور کچھ تاریخی یادگاریں چھوڑیں، جس میں ٹھٹھہ کی ''شاہجہانی مسجد'' ہے جو اپنی خوبصورتی، وسیع رقبے اور پچی کاری کی بنا پر ایک الگ مقام رکھتی ہے۔

میں جب وہاں پہنچا تو دن کے گیارہ بج رہے تھے اور مسجد بالکل خالی تھی۔ مسجد میں داخل ہونے کے لئے پہلے ایک خوبصورت باغ میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ باغ کے وسط میں فوارے لگے ہوئے ہیں اور فواروں کے اِردگرد کھجور کے درخت ایستادہ ہیں۔ باغ کے سامنے مسجد واقع ہے۔ مسجد کا صدر دروازہ عموماً بند ہوتا ہے جبکہ اس کے دائیں بائیں دو چھوٹے دروازے موجود ہیں جن میں دائیں طرف کا دروازہ مسجد میں داخلے کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ مسجد کے اندر داخل ہوں تو آپ کو ایک تالاب نظر آئے گا جہاں نمازی حضرات وضو کرتے ہیں۔ تالاب سے آگے گزر کر آپ مسجد کے صحن میں آ جاتے ہیں۔ سامنے بڑا دروازہ ہے جس سے گزر کر آپ منبر تک پہنچتے ہیں۔ بڑے دروازے کے دائیں بائیں دو چھوٹے دروازے موجود ہیں۔ دونوں جانب آمنے سامنے گیارہ گیارہ دروازے ہیں جن سے مل کر مسجد کا صحن مکمل ہوتا ہے۔ میں مسجد کی روشوں میں پھرتا رہا تو اندر ایک تازگی اور ٹھنڈک کا احساس پایا۔

پوری مسجد نیلے اور پیلے رنگ کی ٹائلوں سے مزّین ہے جن پر خوبصورت نقّاشی کی گئی ہے۔ میں نے مسجد کی روشوں کی تصاویر لیں جن کے دروازوں، دیواروں اور چھتوں پر خوبصورت ڈیزائن اور نقش و نگار بنائے گئے تھے، جو آنکھوں کو بہت بھلے لگتے ہیں۔ نیلے رنگ کے پھول بوٹے، براؤن رنگ کی ٹائلوں پر بنائے گئے تھے۔ وہ دیواریں جو مسجد کی چھت پر جانے والی سیڑھیوں کی ہیں ان پر بھی مختلف قسم کے ڈیزائن بنائے گئے ہیں۔ میں نے مسجد کی چھت پر جانے کی بہت کوشش کی مگر سب دروازوں کو تالے لگے ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کے گنبدوں کی تعداد آج تک کوئی نہیں گن سکا۔ ایک اندازے کے مطابق اس کے گنبدوں کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ ان گنبدوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا لیجئے کہ اگر محراب کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دی جائے تو اذان کی آواز مسجد کے تمام حصوں تک باآسانی پہنچ جاتی ہے۔ یہی اصول قرطبہ (سپین) کی جامع مسجد میں اپنایا گیا ہے وہاں بھی اذان دینے سے آواز مسجد کے تمام حصوں تک باآسانی پہنچ جاتی ہے۔

یہ مسجد نواب امیر خان ابوالبقا 1039ھ تا 1041ھ) نے شاہجہان کے حکم پر اس زمانے میں بنوائی تھی جب وہ دوسری مرتبہ ٹھٹھے کا گورنر بن کر آیا تھا۔ اس نے مسجد کی تعمیر 1054ھ (1644ء) میں شروع کروائی اور 1057ھ (1647ء) میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر پر اس زمانے میں نو لاکھ روپے صرف ہوئے۔ امیر ابوالبقا کے زمانے کا کتبہ آج بھی اس مسجد میں موجود ہے۔

ندیده چشم فلک مسجدی بدین خوبی
که آمدند ملائک برای دیدن فیض
بجستم از خرد و عقل سال تعمیرش
بدیده کرد اشارت که ''ہست معدن فیض''
(1054ھ)

☆☆☆☆☆

صحرائے گوبی کے ڈائنو سار

تحریر: محمد قیوم اعتصامی

جب ہم کسی بہت بڑی چیز عظیم الجثہ کا ذکر کرتے ہیں تو اسے دیو قامت کی تعریف سے یاد کرتے ہیں۔ ان میں پہاڑ ہیں، اونچی اونچی ہمالیہ اور قراقرم کی چوٹیاں ہیں، ہزاروں کلو میٹر لمبے اور سینکڑوں فٹ موٹے گلیشئر ہیں اور مجموعہ بحر میں بحر اوقیانوس ہے جسے پرانے زمانے کے لوگ بحر ظلمات کہا کرتے تھے اور یہ خیال رکھتے تھے کہ اس سے آگے دنیا نہیں ہے کیونکہ "ہزار داستان" نامی کتاب میں ایسا ہی درج تھا اس تحریری شہادت کے بعد ایسا خیال رکھنا کچھ غلط بھی نہ تھا اگر چہ بحر ظلمات سے آگے دنیا ختم نہیں ہوتی یہیں سے نئی دنیا شروع ہوتی ہے۔ آج سے سوا پانچ سو سال پہلے بحری جہاں گرد کرسٹوفر کولمبس نے المغرب کے ملک ہسپانیہ کے ساحل سے اپنا بحری سفر شروع کیا لاطینی امریکہ کے ایک ملک جو بعد میں کولمبیا کے نام سے معروف ہوا یہیں پر اس کا سفر ختم ہوا۔

بڑی بڑی چیزوں میں آبشار نیاگرا ہے، وکٹوریہ جھیل ہے، جھیل یورال ہے اور ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ ہے ان جیسی بڑی بڑی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں اس کے ساتھ ہی سب سے چھوٹی چیز سوئی کا بھی ذکر کرنا پڑے گا کیونکہ ایک طویل عرصہ سے آثار قدیمہ کے ماہرین کی سوئی اسی جگہ اٹکی ہوئی ہے کہ اب تک وہ ڈائنوسار کی قدامت کا صحیح طور پر تعین نہیں کر سکے کیونکہ وقفے وقفے سے دنیا کے مختلف حصوں میں ڈائنوسار کے ڈھانچے دریافت ہوتے رہتے ہیں جو پہلے سے مقرر کی گئی مدت قدامت ختم کر دیتے ہیں۔

ڈائنوسار کا جو ڈھانچہ پہلے پہل ملا اس کی قدامت دس لاکھ سال . . لگائی گئی اس پر ایک کتاب بھی لکھی گئی اور چونکہ موضوع نیا تھا اس پر ایک فلم بھی تیار کی گئی اور کئی برس تک اسی قدیمی ڈھانچہ کو سب سے زیادہ قدیم قرار دیا گیا مگر اس کے تین چار سال بعد ایک ڈھانچہ اور ملا اس کی قدامت بیس لاکھ سال قرار دی گئی تب اسے ہی سب سے زیادہ قدیم قرار دیا گیا اسی پر یہ قیاس کیا گیا کہ اس زمین پر جانداروں کی آباد کاری کا عرصہ بھی بیس لاکھ سال ہو سکتا ہے اس کے چار پانچ سال بعد صحرائے گوبی (چین) سے ڈھانچہ ملا تو اسے پچیس لاکھ سال پرانا قرار دیا گیا اب حال ہی میں مئی 2001ء میں افریقی ملک زمبابوے سے جو ڈھانچہ ملا اسے 32 لاکھ سال پرانا قرار دیا گیا۔

ڈینوسار کے یہ قدیمی ڈھانچے آثار قدیمہ کے ماہرین کے لئے جانچ پرکھ کی نئی راہیں کھول رہے ہیں ان کی قدامت اور موجودگی اور دریافت سے یہ معلوم کرنا باقی ہے کہ اس زمین پر جو مستقل طور پر کسی بندہ بشر کی نہیں ہمیشہ خدا کی ہے، کب سب سے پہلا جاندار آباد ہوا تھا۔

ڈائنو سار کی اس زمین پر موجودگی اور آباد کاری کا تعلق زمانہ قبل از تاریخ بیان کیا جاتا ہے اور یہ زمانہ بہت طویل ہے اس کا عرصہ 94 یا 97 ملین سال بیان کیا جاتا ہے جبکہ تاریخ لکھنے کا زمانہ سن عیسوی کے آغاز سے دو سو سال پہلے ہوا سب سے پہلی تاریخ یونان کے ایک مؤرخ ہیرو ڈوٹس نے لکھی تھی جو آج بھی ہمارے پاس موجود ہے مؤرخ ہیروڈوٹس کو تاریخ کا باپ بھی کہا جاتا ہے اس تاریخ میں جن ملکوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایران، یونان، روم (اٹلی) بابل (عراق) شام، بازنطین (ترکی) اور چین شامل ہیں، چونکہ اس دور میں ڈائنوسار کی نسل ختم ہو چکی تھی اس لئے اس کا ذکر اس تاریخ میں نہیں ملتا۔

ڈائنوسار کی قدامت پرکھنے کا معیار اس کے اب تک دریافت کئے جانے والے ہڈیوں کے ڈھانچوں اور انڈوں سے کیا جاتا ہے اس معیار کو جو ماہرین نے جانچ پرکھ کے بعد قائم کیا ہے غلط نہیں کہا جا سکتا کیونکہ فوسل ایوی ڈینس حیران کن آثار ملنے کی شہادت یا ثبوت اس قدر ٹھوس ہے کہ اس پر کوئی شک بھی نہیں کیا جا سکتا۔

زمانہ قدیم کے ڈائنوسار گوشت خور بھی تھے اور سبزہ خور بھی جن کی قسمیں اور نام گانی گانوٹو سارس، ارجن ٹینو سارس، گیلی مائی سس، اور وز روسس اور ٹائرینو سارس ریکس ہیں۔ پھر ایک دور آیا ان سب کی نسلیں ختم ہو گئیں اور حیرت کی بات فوسل ایوی ڈینس یہ ہے کہ ان کے ہڈیوں کے ڈھانچے اور انڈے اب تک موجود ہیں کیونکہ ہڈی کبھی ختم نہیں ہوتی خواہ کتنے ہی زمانے گزر جائیں اور نہ ہڈیوں میں موجود (زندگی کی رمق) کاربن گیس ختم ہوتی ہے۔ رب کائنات فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ہر مردہ شے کو زندہ کر دیا جائے گا اور

انسان کو اس کی زمین پر چھوڑی ہوئی ریزھ کی ہڈی سے اٹھایا جائے گا۔ قرآن حکیم کی کئی سورتوں میں پہلے زمانے کے لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ممکن ہے یہی وہ پہلے زمانے کے لوگ ہوں جنہیں ہم آج ڈائنو سار کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ٹھگ لڑکا اور چالاک بڑھیا

تحریر: افتخار خان اعوان

یہ بہت پرانی کہانی ہے جب چھوٹی چھوٹی سلطنتیں اور حکومتیں ہوتی تھیں۔ ایک ایسی ہی سلطنت میں سات بھائی رہتے تھے اور ان کی ایک شادی شدہ بہن تھی۔ یہ ساتوں بھائی چوری اور ٹھگی کرتے تھے جس کی وجہ سے سلطنت کی عوام بڑی پریشان تھی۔ حاکم وقت نے ان کی گرفتاری کیلئے بڑی کوشش کی مگر وہ تھے کہ کسی طرح بھی قابو میں نہیں آتے تھے۔ ایک دن ساتوں بھائی اپنی بہن سے ملنے گئے تاکہ اس کا حال احوال اور خیریت معلوم کرسکیں تو بہن نے شکوہ کیا کہ تم لوگ بڑے نامور ٹھگ اور چور بن گئے ہو اور میرا بیٹا گھر میں کتنے عرصے سے بے روزگار بیٹھا ہوا ہے اسے بھی اپنے ساتھ ملا کر ٹھگی اور چوری کا فن سکھاؤ تاکہ تمہارے بعد یہ تمہارا نام روشن کر سکے۔ ساتوں بھائیوں نے کہا کہ ہاں ہاں کیوں نہیں! ہم اپنے بھانجے کو اپنا ہنر ضرور سکھائیں گے۔ گو کہ کوئی اپنا ہنر کسی کو نہیں دیتا۔ مگر چونکہ تم ہماری اکلوتی بہن ہو اور یہ ہمارا اکلوتا بھانجا ہے۔ اس لئے ہم ضرور اس کی تربیت کریں گے۔

ساتوں ماموں اور بھانجا ایک راستے پر جا رہے تھے کہ بھانجا ان سے اجازت لے کر الگ ہو گیا اور دوسرے راستے پر چلنا شروع کر دیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک دیہاتی گدھے پر لکڑیاں لادے آ رہا ہے اور اس نے لکڑیوں کے ساتھ ایک بکرا بھی باندھ رکھا ہے۔ لڑکا خاموشی سے ایک طرف ہو گیا۔ جب دیہاتی آگے نکل گیا تو اس نے چپکے سے بکرا کھول لیا اور بکرے کے گلے میں بندھے گھنگرو لکڑیوں کے ساتھ ٹانگ دیئے اور بکرا لے جا کر اپنے ماموں کو دے کر پھر وہ بھاگتا ہوا دوبارہ دیہاتی کے پاس جا کر کہنے لگا! او دیہاتی تم کتنے پاگل ہو کہ لکڑیوں کے ساتھ گھنگھرو باندھ رکھے ہیں۔ دیہاتی چلایا بھئی میں نے تو بکرا باندھ رکھا تھا۔ وہ کہاں گیا اور پریشانی میں اس کی لکڑیاں بھی گدھے سے گر گئیں۔ دیہاتی نے لڑکے سے کہا تم ذرا میرے گدھے کا خیال رکھو میں اپنا بکرا تلاش کر کے آتا ہوں۔ لڑکے نے کہا جلدی آنا کیونکہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں جانور زمین میں اتر جاتے ہیں۔ دیہاتی اپنا بکرا تلاش کرنے چلا گیا تو لڑکے نے گدھے کی دم کاٹی اور زمین میں گاڑ کر گدھا ماموں کو دے آیا اور واپس آ کر دم کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ دیہاتی جو پہلے ہی بکرا گم ہونے کی وجہ سے پریشان تھا لوٹا تو لڑکا چلایا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جلدی آنا مگر تم نے دیر کر دی دیکھا گدھا زمین میں اُتر گیا ہے لیکن دُم میں نے پکڑ رکھی ہے آؤ مل کر کھینچتے ہیں۔ جیسے ہی انہوں نے دُم کھینچی تو دُم زمین میں سے باہر آ گئی۔ دیہاتی بیچارا گدھا اور بکرا گنوا کر گھر کی طرف چل دیا اور لڑکا اپنے ماموؤں کے پاس لوٹ گیا۔

ایک دن تنہائی میں ماموؤں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم تو بھانجے کو اپنا ہنر سکھانے کے لئے لائے تھے لیکن یہ تو ہمارا بھی استاد نکلا۔ کہیں یہ ہمیں پکڑوا نہ دے۔ لہٰذا اس کا کوئی بندوبست کرنا

چاہیے۔

ایک رات ماموؤں اور بھانجے نے ایک گھر میں چوری کی اور چوری کے بعد انہوں نے بھانجے کو وہاں ایک ستون سے باندھ دیا اور مال و اسباب لیکر رفو چکر ہو گئے وہ سب بہت خوش تھے کہ اب ان کے بھانجے کو پولیس پکڑ کر لے جائے گی اور اس طرح انہیں بھانجے سے نجات مل جائے گی۔

دوسرے دن صبح پولیس موقعہ واردات پر پہنچی تو لڑکا ستون سے بندھا ہوا تھا۔ پولیس نے پوچھا تمہیں کس نے باندھا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جنہوں نے گھر لوٹا ہے۔ گھر کس نے لوٹا ہے جنہوں نے مجھے باندھا ہے پولیس والوں نے کہا کہ یہ تو کوئی پاگل لڑکا ہے اسے چھوڑ دو لہٰذا اسے چھوڑ دیا گیا۔

لڑکے نے رہائی کے بعد چمڑے کا لباس پہنا اور منہ وغیرہ ڈھانپ کر جنگل میں چلا گیا اور مٹی کے مٹکوں میں شہد کی مکھیاں اور دوسرے زہریلے کیڑے مکوڑے جمع کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے ایک مٹکہ بھر لیا اور واپس شہر آ کر اپنے ماموؤں سے ملا اور انہیں کہا کہ اس نے بہت سی دولت جمع کی ہے وہ چاہتا ہے کہ اپنے ساتوں ماموؤں کو برابر کا حصہ دے۔ گو کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا لیکن میں آپ کو یہ دولت ضرور دوں گا۔

ماموؤں نے کہا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے ہم معافی چاہتے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ تم ہمیں معاف کر دو گے۔ لڑکے نے کہا کہ میں نے آپ کو معاف کیا مگر مجھے آپ کی نیتوں پر شک ہے اس لئے اس دولت کی تقسیم میری مرضی کے مطابق ہو گی۔ ماموؤں نے یہ شرط مان لی۔

لڑکے نے ایک بڑھیا کو پانچ روپے دے کر کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے ایک کمرہ ہمیں دے دو اور جب ہم کمرے میں چلے جائیں تو باہر سے کنڈی لگا دینا۔ میرے کہنے کے بغیر کنڈی نہ کھولنا کیونکہ ہمیں دولت تقسیم کرنی ہے اور کہیں میرے ماموں دولت لیکر بھاگ نہ جائیں اب لڑکے نے ماموؤں سے کہا کہ مجھے آپ کی نیتوں پر شک ہے۔ لہٰذا آپ صرف ایک ایک لنگوٹ باندھ لیں باقی تمام کپڑے اتار دیں کیونکہ اس مٹکے میں ہیرے جواہرات اور سونا ہے۔ آپ کہیں چھپا نہ لیں۔

لالچی ماموؤں نے کپڑے اتار دیئے اور صرف لنگوٹ کس لئے۔ لڑکے نے مٹی کے گھڑے کو لکڑی سے توڑ ڈالا تو اس میں سے شہد کی مکھیاں اور زہریلے کیڑے مکوڑے نکل کر ان کو کاٹنے لگے تو وہ زور زور سے چیخنے اور شور مچانے لگے اور کہنے لگے بڑی بی دروازہ کھولو۔ بڑی بی نے کہا آرام سے دولت تقسیم کر لو اور لڑائی جھگڑا مت کرو۔ تھوڑی دیر بعد ساتوں ماموں مر گئے اور لڑکا دروازہ کھول کر بھاگ گیا۔

اب جو بڑی بی نے اپنے کمرے میں سات لاشیں دیکھیں تو سخت پریشان ہو گئی۔ کیا کروں؟ تو اسے ایک ترکیب سوجھی اور اس نے چھ لاشیں ایک کونے میں چھپا دیں اور ماشکی کے پاس گئی اور اسے کہا کہ اس کے کمرے میں ایک لاش ہے اگر وہ اسے دریا میں پھینک آئے تو وہ اسے پانچ روپے دے گی ماشکی تیار ہو گیا اور دریا میں لاش پھینک کر جب پیسے لینے آیا تو بڑھیا نے کہا تم نے کس طرح لاش پھینکی ہے وہ تو واپس آ گئی ہے۔ بڑھیا نے پانچ لاشوں کو چھپا رہنے دیا اور ایک لاش نکال کر ماشکی کے حوالے کر دی۔ جب بھی ماشکی لاش پھینک کر آتا تو بڑھیا یہ ہی کہتی کہ لاش واپس آ گئی ہے جب ماشکی ساتویں لاش لے کر جانے لگا تو بڑھیا نے کہا کہ تم کیسے لاش پھینک کر آتے ہو کہ وہ واپس آ جاتی ہے؟ خدارا نیچے جا کر گہرے پانی میں پھینکو۔ ماشکی نے بڑھیا کی بات پر عمل کیا اور نیچے گہرے پانی میں لاش کو پھینک دیا اور خوشی خوشی واپس جا کر بڑھیا کو واقعہ سنایا کہ آپ ٹھیک کہتی تھیں۔ اب جو میں نے لاش پھینکی تو وہ بھاگنے لگی تو میں نے اُسے دبوچ کر واپس پانی میں پھینک دیا۔ اب لاؤ میرے پانچ روپے بڑھیا نے کہا۔ ارے یہ تو نے کیا کیا؟ وہ تو کوئی بیچارا تھا۔ جس کو تم نے مار دیا۔ ماشکی ڈر گیا اور بغیر رقم لئے چلا گیا۔

آخر کار کوتوال شہر کی کوششوں سے چالاک بڑھیا اور لڑکا گرفتار کر لیے گئے اور انہیں سزا دی گئی۔

کوپن

خریداری نمبر ...

پاک جمہوریت لیگ ______ پوسٹ بکس نمبر ۳۴۵

نام اور پتہ ______

جماعت ______ مشغلہ ______

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبر شمار	نام	دورانیہ
1-	علامہ اقبال 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	20 منٹ
2-	آرکیٹیکچر اِن پاکستان 35MM/VHS	20 منٹ
3-	آرٹ اِن پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
4-	برتھ آف پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
5-	کلچرل ہیری ٹیج آف پاکستان (اُردو) 35MM/Betacam	20 منٹ
6-	چلڈرن آف پاکستان 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ
7-	کری ایٹو ہینڈز (انگلش) 35 MM/U.Matic	30 منٹ
8-	گندھارا آرٹ (انگلش) 35MM/U.Matic	20 منٹ
9-	گریٹ ماؤنٹین پاسز اِن پاکستان (انگلش) 35MM	20 منٹ
10-	گرین ٹرٹل اِن پاکستان (اردو، انگلش) 35MM/U.Matic/VHS	10 منٹ
11-	جرنی تھرو پاکستان (اردو/انگلش) 23MM	20 منٹ
12-	لیکس اِن پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
13-	ماؤنٹینز آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS	20 منٹ
14-	موہن جوڈرو (انگلش) 35MM	20 منٹ
15-	مائنارٹیز اِن پاکستان (انگلش/اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20 منٹ
16-	میرج کسٹمز 35MM/VHS	20 منٹ
17-	وائیلڈ لائف اِن پاکستان (اُردو) 35MM	30 منٹ
18-	مرزا غالب (اُردو) 35MM/VHS	80 منٹ
19-	پاکستان، پاسٹ اینڈ پریذنٹ (انگلش) 35MM/VHS	30 منٹ
20-	پاکستان، اے پورٹریٹ (انگلش) VHS/ UMatic /35MM	30 منٹ
21-	کارپٹس (اردو) 35MM	20 منٹ
22-	پی ایم اے کاکول (اردو) 35MM/U.Matic	30 منٹ
23-	پاکستان پنوراما (اردو، انگلش، عربی) U.Matic/35MM	20 منٹ
24-	ویلی آف سوات (اُردو) 35MM	20 منٹ
25-	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/ 35MM	70 منٹ
26-	پاکستان، لینڈ اینڈ اٹس پیپلز (انگلش) 35MM	30 منٹ
27-	پاکستان، پرامزنگ لینڈ (انگلش) 35MM/U.Matic	50 منٹ
28-	قائداعظم (اُردو) 35MM VHS	30 منٹ
29-	سوہنی دھرتی۔ پاکستان (انگلش) 35MM/ VHS اور U.Matic	30 منٹ
30-	سینک بیوٹی آف پاکستان (اردو) 35MM	20 منٹ
31-	دی انڈس ری ور (اُردو) 35MM	20 منٹ
32-	انڈسٹریل گروتھ آف پاکستان 35MM	20 منٹ
33-	ناردرن ایریاز (انگلش) 35MM	30 منٹ
34-	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS /U.Matic	20 منٹ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ' اسلام آباد۔ پاکستان فون:-051-9202776 فیکس:-051-9206828

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء مجلد	انگریزی	425/=	$-17
5	قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء پیپر بیک	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوالِ قائدؒ (مجلد/پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناحؒ اور ان کا دور (از: عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	پاکستان۔فرام ماؤنٹینز ٹو سی (از: محمد امین/ڈنکن ویلٹس گراہم ہینکاک)	انگریزی	650/=	$-20
9	پاکستان۔چینی مصوروں کی نظر میں۔(ین ینگ اینڈ ٹوہو)	انگریزی، عربی فرانسیسی، چینی	500/=	$-20
10	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
11	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 1997ء (مجلد)	انگریزی	450/=	$-17
12	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 1997ء (پیپر بیک)	انگریزی	400/=	$-15
13	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از: ڈاکٹر احمد نبی خان)	انگریزی	100/=	$-04
14	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از: ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
15	وحدتِ افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
16	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
17	پاکستان پکٹوریل (دوماہی)	انگریزی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
18	المصورہ (دوماہی)	عربی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
19	سروش	فارسی	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ
20	ماہِ نو (ماہنامہ)	اردو	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی۔ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔پاکستان فون:- 051-9202776 فیکس:- 051-9206828